★★★★

MONTHLY AWAMI JAMHURIAT
LAHORE

ماہنامہ

عوامی جمہوریت

لاہور

نومبر 2010ء

سماج انارکی، بدامنی اور دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے
وقت کا تقاضا ہے کہ بایاں بازو اپنی صفیں درست، منظّم اور
متحد کرے اور اپنی سیاست کو تیز تر کرے۔

صوبائی کانفرنس پنجاب کی تصویری جھلکیاں

ورکرز پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کے چوتھے اجلاس کی روئیداد

ورکرز پارٹی پاکستان کا ترجمان

CPL.NO. 279

شمارہ نمبر 8

جلد نمبر 7

نومبر 2010ء

قیمت 20 روپے

MONTHLY AWAMI JAMHURIAT LAHORE

ماھنامہ عوامی جمہوریت لاھور

اس شمارے میں

فہرست

اداریہ

معاشی تنزل، مزید قرضے، مزید ٹیکس، مزید مہنگائی 2

مضامین

حسن ناصر شہید جنہیں زندہ رہنا چاہیے تھا وہ چلے گئے اور جنہیں مرجانا چاہیے تھا وہ۔۔۔؟ — حمزہ ورک 4

PIDA پیڈا کا مستقبل خطرہ میں — چوہدری فتح محمد 5

ٹیکنالوجی کے پس منظر میں بدلتے ہوئے عالمی رجحانات — افتخار بھٹہ 7

موجودہ نظام تعلیم کا پس منظر اور ہماری ضرورتیں — ماسٹر ملک الٰہی بخش 9

معاشرتی بیگانگی اور ہماری قومی سیاست — پروفیسر کلام اشعر 10

خبریں

ورکرز پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کے چوتھے اجلاس کی روئیداد — اختر حسین 12

صوبائی کانفرنس پنجاب — محمد ظہور خاں 13

ورکرز پارٹی سانگھڑ کا ورکرز کنونشن — ہوشو منگی 14

ورکرز پارٹی پاکستان ضلع شیخوپورہ کی ڈسٹرکٹ کمیٹی کا اجلاس — ملک صادق 15

ورکرز پارٹی پاکستان گوجرانوالہ کے ضلعی عہدیداروں کا چناؤ — مشتاق احمد کشفی 16

کامریڈ جمال بوٹا کے لئے تعزیتی ریفرنس — فرحت عباس 16

ایڈیٹر

نعیم شاکر

مجلس ادارت

عابد حسن منٹو

اختر حسین

مسلم شمیم

رابطہ آفس

5۔میکلوڈ روڈ، لاہور پاکستان

فون: 042-37353309-37357091

فیکس: 94-42-36361531

Email:nshakir12@gmail.com

اکاؤنٹ نمبر: 01357900053903

حبیب بینک لمیٹڈ مال برانچ لاہور

ابھی چراغِ سرِ رہ کو کچھ خبر ہی نہیں
ابھی گرانیِ شب میں کمی نہیں آئی
نجاتِ دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

فیض احمد فیض

پبلشر محمد اسلم ملک نے لاہور آرٹ پریس انار کلی لاہور سے چھپوا کر 5۔میکلوڈ روڈ، لاہور سے شائع کیا

معاشی تنزل، مزید قرضے، مزید ٹیکس، مزید مہنگائی

پاکستانی معیشت کا برا حال ہے۔۔۔۔۔مہنگائی، بیروزگاری، غربت میں مسلسل اضافہ ایک طرف۔۔۔۔۔کمیشن، کِک بیکس، رشوت، سفارش، بدعنوانی دوسری طرف۔۔۔۔۔دہشت گردی، ٹارگٹ کلنگ، فرقہ واریت، مذہبی اور لسانی قتل و غارت تیسری طرف۔۔۔۔۔چاروں صوبوں میں غریب عوام اس سہ طرفہ ظلم کا شکار ہیں۔۔۔۔۔یہ حالات ہماری پچھلی اور موجودہ حکومتوں کی معاشی پالیسیوں کا براہِ راست نتیجہ ہیں۔۔۔۔۔مذہبی دہشت گردوں کے ساتھ جنگ، قدرتی آفات [پہلے زلزلہ اور اب سیلاب] اس صورت حالات کو مزید گھمبیر بناتے ہیں۔ پیداواری عمل یا بند ہے یا تعطل کا شکار ہے۔1500 سے زائد صنعتی یونٹ بند ہیں۔ نجکاری کے عمل نے بیروزگاری میں مزید اضافہ کیا ہے۔۔۔۔۔ان حالات کا شکار اب صرف نچلے اور محنت کش طبقات ہی نہیں ہیں اب معاشی ابتری کا احساس درمیانہ طبقہ کو بھی ہونے لگا ہے۔ چھوٹے اور درمیانہ سطح کے صنعتی لوگ بھی بجلی، گیس، تیل، پٹرول کی مہنگائی اور کمی کے ہاتھوں مشکلات سے دوچار ہیں۔ بجٹ خسارے پاکستانی معیشت کا مستقل مرض ہیں۔ بجٹ کے احداف آئے روز بدل دیئے جاتے ہیں اور اکثر ہماری بہبود اور سماجی ترقی کے ضمن میں پہلے ہی محدود اخراجات اور کم کر دیئے جاتے ہیں اور ترقی کا عمل مقصود ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔خسارے کو پورا کرنے کے لئے قرضوں کے حصول کے لئے کشکول پھیلایا جاتا ہے۔۔۔۔۔IMF، ورلڈ بنک اور ایشیائی ڈیولپمنٹ بنک سے بھیک مانگی جاتی ہے۔ امریکہ بہادر سے درخواستیں کی جاتی ہیں اور پھر شرائط نافذ ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ٹیکس بڑھاؤ، بجلی، گیس پیٹرول کے نرخوں میں اضافہ کرو، نجکاری کرو، اشیائے ضرورت اور زراعت پر سبسڈی ختم کرو۔۔۔۔۔یہ ایک شیطانی چکر ہے۔۔۔۔۔اب غیر ملکی قرضے ساٹھ ارب ڈالر کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اندرونی قرضے کئی ٹریلین روپے کے ہیں۔ تمام صوبائی حکومتیں مقروض ہیں، تمام بڑے ادارے، ریلوے ہو یا پی آئی اے مقروض ہیں۔۔۔۔۔اور ان قرضوں اور ان کے سود کی ادائیگی کا بوجھ پاکستان کے ہر شہری کا مقدر ہے۔

خسارہ تب ہوتا ہے جب آمدن کم اور اخراجات زیادہ ہوں۔۔۔۔۔ ہمارے ریاستی انتظامی اخراجات کی بڑی بڑی مدیں کون سی ہیں۔۔۔۔۔اول خرچہ تو خود قرضے اور سود کی ادائیگی کا ہے۔ دوسرا بڑا خرچہ دفاع پر ہے جس میں تینوں افواج، کنٹونمنٹس اور متعلقہ معاملات کا خرچہ ہے۔ اسلحہ بارود، جہاز، ٹینک، توپ، میزائل کی خرید اور ان سب کو اپ ڈیٹ کرنے کا خرچہ ہے۔ تیسرا خرچہ سیاسی اور انتظامی ڈھانچے کا ہے۔ اس میں نوکر شاہی، انتظامیہ، قومی اسمبلی، سینیٹ، ایوان صدر، وزیر اعظم ہاؤس، وزراء، گورنر وغیرہ وغیرہ پر اخراجات ہیں اور پھر غیر ملکی دوروں کے اخراجات ہیں۔۔۔۔۔ان مدوں پر جو اخراجات کئے جاتے ہیں وہ کبھی کم نہیں ہوتے اور آئے روز بڑھتے ہی جاتے ہیں۔۔۔۔۔یہ اخراجات بجٹ کا بڑا حصہ ہڑپ لیتے ہیں۔۔۔۔۔

اب آمدن کا حال سنیئے۔۔۔۔۔ریاستی آمدنی کا بڑا حصہ ٹیکس کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ ٹیکس کئی قسم کا ہے۔ یہ درآمد اور برآمد پر بھی ہے، اشیاء کی خرید و فروخت پر بھی ہوتا ہے، بجلی، گیس، پیٹرول، ڈیزل، مٹی کے تیل پر بھی ہے۔۔۔۔۔یہ سب بالواسطہ یا indirect ٹیکس ہیں۔۔۔۔۔براہِ راست ٹیکس (Direct Tax) کی بنیادی شکل آمدن پر ٹیکس ہے۔۔۔۔۔ ہمارے ملک میں بالواسطہ ٹیکس کی مد میں آمدن کا تناسب براہِ راست یا انکم ٹیکس کی مد میں آمدن سے بہت زیادہ ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے ملک میں اِن ڈائریکٹ ٹیکس ہر شخص ادا کرتا ہے۔ [یعنی غریب سے غریب بھی] جب کہ آمدن ٹیکس سے اس ملک کے امیر ترین اور طاقت ور طبقات آزاد ہیں۔ آمدن ٹیکس ہر اس شخص پر پر لگتا ہے جس کی آمدنی تین لاکھ روپے سالانہ یا اس سے اوپر ہے۔ البتہ زمینداروں، سٹاک ایکسچینج میں کاروبار کرنے والے اور جائیدادوں اور ہاؤسنگ کالونیز کا کاروبار کرنے والے لوگ آمدن ٹیکس سے آزاد ہیں۔۔۔۔۔چنانچہ وہ ٹیکس جو حاصل ہونا چاہئے وہ نہیں لیا جا رہا۔ یہ اربوں روپے کا معاملہ ہے۔۔۔۔۔

ہمارے ملک میں ایک عرصہ سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ بڑی زمینداریاں ختم کی جائیں اور حاصل ہونے والی زمین اور وہ سرکاری زمین جو کروڑوں ایکڑ پر مشتمل ہے اور جو غیر ملکیوں اور عرب شہزادوں کو دیئے جانے کی سکیمیں تیار ہوتی ہیں اولاً اس ملک کے بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کی جائیں تا کہ دیہی علاقوں میں بسنے والے زمین سے وابستہ کروڑوں غریب لوگ خود کفیل ہو سکیں اور پیداوار میں بھی اضافہ ہو سکے۔۔۔۔۔اور جب تک ایسا نہیں ہوتا کم از کم بڑے زمینداروں کو آمدن ٹیکس کا پابند کیا جائے۔۔۔۔۔تاہم حکومتیں جو انہیں زمینداروں، طبقہءامراء اور نام نہاد اشرافیہ پر مشتمل ہوتی ہیں اس بنیادی کام سے گریز کرتی ہیں۔۔۔۔۔اس کے برعکس قرضے حاصل کرنے کے لئے دنیا بھر میں کشکول گھمائے جا رہے ہیں۔ یوں تو ہمارے حکمران اور نام نہاد جمہوریت پسند قومی خودمختاری اور آزادی اور حریت کا ذکر کرتے نہیں تھکتے مگر نہ مانگنے میں شرم محسوس کرتے ہیں نہ قرض کے عوض شرمناک شرائط جو ہمارے عوام کو مزید محکومیت کے جوتے تلے دبا دیتی ہیں۔ ماننے سے شرماتے ہیں۔۔۔۔۔

ہم نے یہاں خرچے کے عنوان میں کرپشن کے ذریعے خُرد بُرد کا ذکر نہیں کیا، جو اربوں روپے کے ضیاع کا باعث ہے۔ یہ کرپشن سرکاری اداروں کے بالائی افسران، نوکر شاہی اور حکومتی سیاسی اور انتظامی کارندے کرتے ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام اور استحصالی منافع خوری کی بنیاد ہی سرمائے کا حصول، اس کی افزائش اور اس کا سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ارتکاز ہے۔۔۔۔۔یہ نظام مغرب اور مشرق دونوں طرف موجود ہے۔ البتہ مغربی سرمایہ داری نظام تین چار سو برس میں جس مقام پر بیسویں صدی تک پہنچا اس میں اس نظام کے ذریعے لوٹ اور استحصال [جس میں نو آبادیات اور منڈیوں کا بیدریغ استحصال شامل ہے] کے کاروبار کے لئے اپنے قوانین اور اصول وضع کر لئے۔ یہ سرمایہ داروں

کے درمیان مسابقت کے قوانین تھے۔۔۔۔۔ بدعنوانیاں، کرپشن، ہیرا پھیری اب بھی وہاں ہوتی ہے۔ تاہم معاشی نظام کو قائم رکھنے کے قوانین پر عمل درآمد بھی ہوتا ہے اور سسٹم چلتا رہتا ہے۔ تاہم سرمایہ داری نظام کے بنیاد تضادات اور لوٹ کھسوٹ اور منافع کی طمع مختلف صورتوں میں مشکلات پیدا کرتے ہیں۔۔۔۔ حالیہ عالمی معاشی بحران اور مالیاتی کساد بازاری اس کا ہی شاخسانہ ہے۔۔۔۔۔ حقیقتاً اب عالمی سرمایہ داری نظام اور اس کی نو سامراجی شکل جو گلوبلائزیشن کہلاتی ہے بنیادی تبدیلیوں کا متقاضی ہے۔۔۔۔۔

تیسری دنیا میں منڈی کی معیشت مسلسل بحران زدہ رہتی ہے جیسے پاکستان میں۔۔۔۔۔ ان بحرانوں سے نکلنے کا دیرپا راستہ تو معاشی نظام کی تبدیلی ہے۔ تاہم خود اس نظام کے اندر قائدے قوانین پر عمل درآمد وقتی طور پر بحرانوں کو کم کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ غیر پیداواری اخراجات میں کمی، حکومتی اور انتظامی شاہ خرچیوں پر پابندی، کرپشن پر کنٹرول، ٹیکس کے نظام کو تبدیل کر کے اُن طبقات کی آمدن پر ٹیکس لاگو کرنا جو اب تک اس سے آزاد ہیں۔۔۔۔۔ خارجہ پالیسی اس طرح مدون کرنا کہ دفاع کے اخراجات کم ہو سکیں اور جمہوری اداروں بشمول پارلیمان کو مضبوط کرنا۔۔۔۔۔ اسی نظام کے اندر کی تبدیلیاں ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ بالادست طبقات اپنے ہی مفاد کے لئے بنائے ہوئے سسٹم کو بھی بہتر طور پر چلانے سے قاصر ہیں۔۔۔۔۔ دوسری طرف بائیں بازو کے لوگ اپنی صفیں درست، منظم اور متحد کرنے سے گریزپا ہیں۔ وقت گزرتا جا رہا ہے اور سماج انارکی، بدامنی اور دہشت گردی کی مزید لپیٹ میں آ رہا ہے۔۔۔۔۔ آیئے ہم اپنی سیاست کو تیز تر کریں۔

خزاں کا ماتم

پروفیسر کلام اشعر

برہنہ شجر اور احساس برہنگی
کہ خزاں نے ساری پتیاں نوچ لیں اس کی
عرقِ زندگی نچوڑ لی اس کی
عرق جو علامت ہے زندگی کا
پتیاں جو زیور ہیں جسمِ شجر کا

زرد روشاخیں اپنی برہنگی پر شرمسار ہیں
احساسِ تنہائی سے بے قرار ہیں
کہ بُھولا بھٹکا کوئی پرندہ
اس کی جانب رخ نہیں کرتا
کیسی اذیت ناک تنہائی ہے
کیسا عالم بے وفائی ہے!

شاخیں، شاخوں سے کہتی ہیں
گھبرائیں نہیں
سینہ سپر رہیں
اب بہارِ نو آ چلی
اب زندگی لوٹ چلی
پھر جشنِ بہاراں کرنا
پھر دورِ خزاں کا ماتم کرنا!!

حمزہ ورک

حسن ناصر شہید

جنہیں زندہ رہنا چاہیے تھا وہ چلے گئے اور جنہیں مر جانا چاہیے تھا وہ۔۔۔؟

زندہ قوموں اور تحریکوں کو اپنے ہیرو اور رہنماؤں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔حسن ناصر شہید پاکستان کے ایسے ہی ایک رہنما تھے جن کو یاد رکھنا، ان کی جدوجہد کو خراج تحسین پیش کرنا اور رہنمائی حاصل کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ وہ پاکستان کے پہلے سیاسی شہید کا درجہ رکھتے ہیں۔ان کو 13 نومبر 1960ء کو ایوب آمریت کے دور میں شہید کر دیا گیا تھا۔قیام پاکستان کے وقت کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم ہوگئی۔سید سجاد ظہیر سمیت بہت سے مسلمان رہنما ہندوستان سے پاکستان ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ حسن ناصر شہید ان ہی رہنماؤں میں شامل تھے جو 1948ء میں ہندوستان سے پاکستان آ گئے ان کا وطن تو حیدر آباد دکن تھا۔ وہ بچپن سے ہی انقلابی اور مارکسی خیالات اور فلسفے سے متاثر ہوئے۔زمانہ طالب علمی سے ہی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے ممبر بن گئے اور حیدر آباد دکن میں تلنگانہ کی کسان بغاوت میں بھی جدوجہد کرتے رہے۔ پاکستان آنے کے بعد وہ کراچی میں مزدوروں کی تنظیم بنانے اور ان کو منظّم کرنے میں لگ گئے وہ کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے رکن اور کراچی پارٹی کے جنرل سیکرٹری بھی رہے۔ پاکستانی سیاست کا یہ دور 1948ء تا 1960ء بڑا ہی اہم تھا۔ پاکستان نیا نیا بنا تھا اور اس کے بننے کے مقاصد آہستہ آہستہ ظاہر ہو رہے تھے۔

پاکستان کو عالمی سامراج کا اڈہ بنانے اور سوویت یونین کے خلاف فرنٹ لائن ریاست بنایا جا رہا تھا جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ سوویت یونین کا تجارتی گھیراؤ کیا جائے اور مشرق وسطیٰ کے مسلم ممالک اور افریقہ کے ساتھ تجارت کے لئے بحیرہ عرب کا تجارتی راستہ بند کر دیا جائے۔یہ اسی صورت میں ہی ممکن تھا کہ پاکستان کو سوویت یونین کے دشمن ملک کے طور پر سامنے لایا جائے۔ یہ امریکی سامراج کی سوویت یونین کے خلاف پاکستان کو استعمال کرنے کی سازش کا حصہ تھا۔امریکی سامراج کا پاکستان کو اپنی چھاؤنی بنانے اور کسی دوسرے ملک کے خلاف پاکستان کو اپنے سامراجی مفادات میں اصل رکاوٹ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان اور اس کی قیادت تھی۔ جو پاکستان کو ایک آزاد، خودمختار اور خوشحال ملک بنانا چاہتی تھی جبکہ مسلم لیگی حکومت، جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ و جماعت اسلامی سمیت تمام مذہبی جماعتیں سامراج کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہی تھیں۔ کمیونسٹ پارٹی کو ٹریڈ یونین، طلباء، مزدوروں، کسانوں اور دانشوروں سمیت عوام کی حمایت حاصل ہو رہی تھی اور افواج پاکستان کے وطن پرست حلقوں میں بھی مسلم لیگی حکومت کی امریکہ نواز پالیسی کے خلاف نفرت بڑھ رہی تھی۔کمیونسٹ پارٹی کو سامراج، جاگیردار اور افسر شاہی کی مخالفت میں عوام دوست سیاست پروان چڑھانے کے لئے پروگریسو پیپرز لمیٹڈ کی شکل میں ایک بڑے اشاعتی ادارے کی حمایت بھی حاصل تھی۔

یہ صورت حال پاکستان کے حکمران طبقوں اور سامراج کے خلاف جا رہی تھی لہٰذا پاکستانی حکومت نے امریکی اشیر باد کے ساتھ مندرجہ ذیل اقدامات کرنے کی ٹھانی:

1۔لیاقت علی خان کی حکومت نے امریکی سامراج کو دکھانے کے لئے پاکستان میں کمیونسٹوں کی طاقت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا شروع کر دیا تا کہ امریکہ متوجہ ہو اور اس خطرے کو ترپ کے پتے کے طور پر استعمال کیا جائے۔

2۔کمیونسٹ پارٹی کی لیڈر شپ کو منظر سے ہٹانے کی حکمت عملی تیار کی گئی اور حسن ناصر کو دو سال کے لئے جلا وطن کر دیا گیا اور دو سال گزرنے کے بعد وہ واپس پاکستان آ گئے۔

3۔ مشرقی اور مغربی پاکستان میں بڑھتے ہوئے امریکہ مخالف جذبات اور مزدوروں کسانوں کی تنظیم کاری کو روکنے کے لئے 1951ء میں راولپنڈی سازش کیس کا ڈرامہ رچا کر ملک بھر میں کمیونسٹ پارٹی کے کارکنوں، ٹریڈ یونین ورکروں، طلباء تنظیم اور کسان کمیٹیوں کے کارکنوں کو بڑے پیمانے پر گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا گیا۔

4۔ پاکستانی حکومت نے امریکی سامراج اور عالمی سرمایہ داری کے کیمپ میں جانے کے لئے روس کی دعوت کو بلیک میلنگ کے طور پر استعمال کیا۔ پاکستان کے ممتاز کمیونسٹ رہنماء ملک فضل الٰہی قربان کو حکومت نے اس دعوت کے حصول کے لئے روسی قیادت سے رابطہ کی درخواست کی۔ملک صاحب نے کامریڈ سٹالن سے فون پر بات کی کہ پاکستان کے وزیراعظم سوویٹ یونین کا دورہ کرنا چاہتے ہیں آپ ان کو مدعو کریں۔ کامریڈ اسٹالن نے اس طرح لیاقت علی خاں کو دورہ روس کی دعوت دی لیکن لیاقت علی خان اس دعوت کو ٹھکرا کر امریکہ کی یاترا کے لئے چلے گئے۔ کیونکہ وہ روس جانا ہی نہیں چاہتے تھے اور صرف امریکہ کو دکھانا مقصود تھا کہ اگر میں روس چلا گیا تو پھر اس خطے میں امریکی مفادات کا کیا ہوگا؟

5۔ لیاقت علی کے بعد بھی آنے والی حکومتوں نے امریکی خوشنودی کے لئے پاکستان میں بائیں بازو اور ترقی پسند سیاست کو ختم کرنے کی پالیسی جاری رکھی اور 1954ء میں کمیونسٹ پارٹی پر پابندی لگا دی۔

کمیونسٹ پارٹی پر پابندی کے بعد حسن ناصر اور پارٹی کے سینکڑوں کارکن و رہنماء زیر زمین چلے گئے جبکہ پارٹی کی مرکزی قیادت سید سجاد ظہیر اور فیض احمد فیض سمیت پہلے ہی راولپنڈی سازش کیس کے سلسلے میں جیل میں تھے۔اس لئے حسن ناصر پر اور بھی زیادہ ذمہ داری آ گئی تھی کہ وہ پارٹی کو زندہ رکھیں۔متعدد بار ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوتے رہے لیکن حسن ناصر نے زیر زمین رہ کر مزدوروں، کسانوں کو منظّم کرنے کا کام جاری رکھا۔ایوب خان کی مارشل لاء کے بعد حسن ناصر نے مارشل لاء کے خلاف جدوجہد جاری رکھی وہ پھر گرفتار ہو گئے۔ رہائی کے بعد انہوں نے پھر سیاست کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔اس وقت سیاسی جماعتوں پر سے پابندی ہٹ چکی تھی اور حسن ناصر سمیت بائیں بازو کے کارکن نیشنل عوامی پارٹی میں سرگرم تھے۔

بقیہ صفحہ نمبر 6 پر

PIDA پیڈا کا مستقبل خطرہ میں

چوہدری فتح محمد

پاکستان میں قائم نہری نظام ایک صدی سے زائد عرصہ ہوا چلا آ رہا ہے۔ اس عرصہ میں اس نظام میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً نہری پانی کی چوری نہری عملہ سے مل ملا کر بلا روک ٹوک جاری ہے اور کرپشن کا یہ حال ہے کہ بیل دار سے لیکر محکمہ انہار کے اعلیٰ حکام تک چلتی ہے۔ اس وجہ سے نہری پانی کا ٹیلوں تک پہنچنا دشوار ترین مسئلہ بن چکا ہے۔ نہری تنازعات بے انصافی کا شکار ہیں، جو زیادہ پیسے دے دے اس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ محکمہ میں کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے جو ان کی باز پرس کر سکے۔ آجکل رشوت سے پانی کا حصول عام کسانوں کے لئے مشکل ہو گیا ہے۔ ہیڈ سے ٹیلوں تک پہنچنے سے پہلے علاقوں کے لوگ نہری عملہ کی ملی بھگت کے ذریعے ٹیلوں تک پانی پہنچنے ہی نہیں دیتے اور یہ پانی پہلے ہی بک جاتا ہے۔ اس کے خلاف عوام کے جلسے جلوس ہوتے رہے ہیں۔ بھوک ہڑتالیں بھی ہوئی ہیں۔ حکومت نے بھی کوششیں کیں مگر بے سود۔ بالآخر حکومت نے اریگیشن کے ماہرین اندرون اور بیرون ملک اور خصوصاً ورلڈ بنک سے صلاح مشورے کے گئے اور اس مقصد کے لئے جاپان اور ترکی کی حکومتوں سے بھی تعاون حاصل کیا گیا کیونکہ ان ممالک میں بھی پیڈا کی طرز کا نظام قائم کر کے اس مسئلہ کا حل کیا گیا۔ لہٰذا پنجاب اسمبلی نے اس مقصد کے حصول کے لئے ایک بل پنجاب اریگیشن اینڈ ڈرینج اتھارٹیز (Punjab Irrigation and Drainage Authorities) (PIDA) کے نام سے سے 1997ء میں منظور کیا۔ اسی طرح دوسرے صوبوں میں بھی بل منظور کئے گئے مثلاً سندھ میں (SIDA) بلوچستان میں (BIDA) اور پختونخواہ میں (FIDA) کے نام سے نہری نظام کے متبادل ادارے قائم کئے گئے۔ اس اسکیم کو کامیاب بنانے کے لئے مالی امداد ہر سال ورلڈ بنک نے دینے کی منظوری دی۔ ان اتھارٹیز کا قیام نہری پانی کی تقسیم ایک جمہوری نظام پر مبنی طریقہ کار طے کیا گیا جس کے مطابق ہر دیہات میں ہر موگہ (outlet) کے حصے داران انتخاب کے ذریعے اپنے میں سے ایک انتظامی کمیٹی پانچ یا سات حصے داران پر مشتمل منتخب ہوتی ہے جس میں سے ایک چیئرمین ایک سیکرٹری اور ایک خزانچی منتخب کئے جاتے ہیں مگر بالائی کمیٹی (Distributory) کی انتظامیہ کمیٹی یعنی راجباہ کے لئے صرف چیئرمین ہی ووٹ کا حق استعمال کر سکتا ہے۔ موگہ کمیٹی فرائض کے لحاظ سے اپنے کھال کی دیکھ بھال، بھل صفائی کے علاوہ چھوٹے موٹے پانی کے جھگڑے نپٹانے اور صلح صفائی کرانے کی ذمہ دار ہے۔ اگر کوئی مسئلہ کمیٹی حل نہ کر سکے تو یہ کمیٹی اپنی سفارشات کے ساتھ اپنی بالائی کمیٹی FO کو بھیج دیتی ہے۔

ایک (Distributory) یا راجباہ کے تمام موگہ جات کے چیئرمین پر مشتمل ایک جنرل باڈی مقرر کی جاتی ہے۔ یہ جنرل باڈی اپنے میں سے ایک انتظامیہ کمیٹی منتخب کرتی ہے جس میں ایک صدر، ایک سیکرٹری اور ایک خزانچی اور انتظامیہ کمیٹی جو 9 افراد پر مشتمل ہوتی ہے کا انتخاب خفیہ رائے دہی کے حصول پر کرتی ہے جس کو فارمر آرگنائزیشن (Farmer Organization) (FO) کہا جاتا ہے۔ جو راجباہ پر اپنا عملہ TM (اوورسیئر) ٹیکنیکل منیجر بیلدار چھے میل پر ایک بیلدار کے حساب سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کمپیوٹر آپریٹر، اکاؤنٹینٹ، نائب قاصد اور چوکیدار یہ تمام عملہ خود بھرتی کرتی ہے جس کی منظوری جنرل باڈی سے حاصل کی جاتی ہے۔ اس سے محکمہ انہار کا تمام عملہ ایکسین تک اس کا انتظام سے کوئی تعلق نہ رہتا ہے۔ یہ کمیٹی نہر کے تمام اختیارات استعمال کرنے کی ذمہ دار ہے۔ جو محکمہ انہار کا ایکسین استعمال کرتا ہے۔ انتظامیہ کمیٹی کے سربراہ صدر تمام فیصلے مثلاً جدید نکہ کی منظوری، دفتری ضروری اخراجات، پانی کے تمام جھگڑے اور تنازعات کمیٹی کی منظوری سے کرنے کے مجاز ہے۔ وہ تمام مقدمات بارہ شکنی، پانی چوری، پانی ضائع کرنے وغیرہ جو زیر دفعات 20A, 20B, 333, 332 اور دفع 70 کے زمرہ میں آتے ہیں۔ ان پر فوری ایکشن سے پانی ٹیلوں پر پہنچانے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے خلاف اپیل کرنے کا حق موجود ہے۔ اور یہاں بھی پیڈا کا نظام گزشتہ چار سال سے قائم ہے۔ جس سے وہاں ٹیلوں کو پانی ملنا شروع ہو گیا ہے۔ آبیانے کی وصولی آسان ہو گئی ہے۔ کیونکہ نمبرداروں کی بجائے آبیانہ کی وصولی کھال پنچایت کا چیئرمین کرتا ہے۔ آبیانہ اکٹھا کرنے کے بعد مقررہ تاریخ تک بنک میں جمع کرانا اور رسید حاصل کرتا ہے۔ بصورت دیگر وہ FO کو جوابدہ ہے جو اس کی مدد کرتی ہے۔ مقررہ تاریخ تک آبیانہ جمع ہو جانے کے بعد پچاس فیصد (50%) رقم حکومت کو بھیج دی جاتی ہے اور باقی 50% FO کو ملتی ہے۔ جس میں سے عملہ کی تنخواہوں، دفتر اور 30% راجباہ کی maintenance پر خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ نظام چار سال کے عرصہ یعنی 8 مارچ 2005ء سے 31 دسمبر 2008ء تک بلا کسی روک ٹوک سے چلا آ رہا ہے۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ چار سال کے بعد جب مدت ختم ہو گئی تو ان اداروں کا کام پھر سے محکمہ انہار کے سپرد کر دیا گیا جس کا اب دوسرا سال گزر رہا ہے۔ خدا خدا کر کے بادل نخواستہ جون 2010ء کو انتخابات کرائے جانے لگے اور ان انتخابات میں لڑائی جھگڑوں رات دن کی گت ودو کے بعد انتخابات ہوئے۔ اب ان انتخابات کو چار ماہ ہونے کو ہیں مگر اب تک اختیارات منتخب کمیٹیوں FO کو نہ دیئے گئے ہیں اور ادھر محکمہ انہار کے وارے نیارے ہو گئے ہیں۔ اب پھر عوام کو پانی کے حصول کے لئے دوڑ دھوپ کرنا پڑ رہی ہے۔ پانی ملتا نہیں ہے اور پیسوں کا کھیل شروع ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ بیوروکریسی اور محکمہ انہار کے اعلیٰ حکام نہیں چاہتے کہ پیڈا کامیاب ہو۔ محکمہ انہار کے اعلیٰ حکام اور بیوروکریسی تک ہر ناجائز کام نہر کے اہلکاروں سے فون کروا کر کرا سکتے ہیں۔ جو منتخب کمیٹیوں سے نہیں کرایا جا سکتا۔ اس وجہ سے ٹال مٹول سے وقت گزارا جا رہا ہے کیونکہ بیوروکریسی نہیں چاہتی کہ عوام اپنے اختیارات خود استعمال کرے اور نہری نظام جیسا بڑا ادارہ ان کے قبضہ سے نکل جائے۔ بیوروکریسی کا پہلا کام یہ ہے کہ یہ سونے کی چڑیا ان کے پاس ہی رہے اور ان کی کوشش ہے کہ محکمہ انہار کے متبادل پیڈا جس کے ذریعہ جمہوریت رواج پا رہی ہے کامیاب ہو سکے کیونکہ حکومتی اداروں خصوصاً بیوروکریسی کے اختیارات پر ضرب پڑتی ہے اور عوام میں اپنے حقوق کا شعور پیدا ہوتا ہے۔

نیز اگر پیڈا کے نظام کو چلانا ہی پڑے تو اختیارات ان کے پاس ہی رکھنے کے مختلف حیلے بہانے تلاش کئے جا رہے ہیں جس کے اختیارات پیڈا کے منتخب اداروں FOs کو الیکشن کے بعد منتقل نہیں ہوئے مگر اس سے پہلے ہی جنرل منیجر (TM) پیڈا نے ایک چٹھی نمبر No PIDA/G753/1646 مورخہ 13 اگست 2010ء میں کہا گیا ہے کہ اب ہر FO کے حلقہ نیابت میں آبیانہ نمبرداروں کے ذریعے وصول کیا جائے گا۔ نیز اب FO کی انتظامیہ اور جنرل باڈی کی منظوری سے اپنے حصہ کی رقم

حسب سابق خرچ نہ کر سکے گی۔ بلکہ اب عملہ کی تنخواہوں دفتر اور نہر کی maintenance کے لئے رقم کی منظوری متعلقہ ایکسین انہار سے اجازت ضروری قرار دی گئی ہے۔

یہ حکم جنرل منیجر (TM) کے مطابق مفادِ عامہ میں جاری کیا ہے۔ گویا ایک صدی سے محکمہ انہار کے ایکسین مفادِ عامہ ہی کا تحفظ کر رہے ہیں۔ جن کی کارکردگی کے خلاف پیڈا کا نظام قائم کی گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ منتخب ادارے، انتظامیہ، کمیٹی اور جنرل باڈی مفادِ عامہ کا تحفظ نہیں کر سکتے بلکہ ان کے مفادِ عامہ کا تحفظ ان کا ملازم ایکسین ہی کر سکتا ہے۔ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ پہلے گراس روٹ (Gross Roots) سے لے کر لوکل پنچائت کے بعد نہر کا انتخاب اور ایریا واٹر بورڈ (Area Water Board) منتخب کئے جاتے ہیں اور یہ سب منتخب اداروں کے عہدیداران اعزازی (honorary) طور پر کام کرتے ہیں کوئی معاوضہ وصول نہیں کرتے اور جو تنخواہ دار ہمارا ملازم ہے ان سب کا نگران مقرر کیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر پائیلٹ کی تگ و دو، دوڑ دھوپ اور ادارے قائم کرنے کا کیا فائدہ؟

محکمہ انہار ایک صدی سے زائد عرصہ سے یہ نظام چلا رہا ہے کرپشن کی وجہ سے پیڈا کے نام سے ورلڈ بنک سے مالی فائدے کے لئے ایک دھوکہ اور فریب ملک اور عوام سے ہے اس کو بند کر دینا چاہئے۔

آبیانہ FO اکٹھا کرے اور حکومت کا حصہ ادا کرے اور اپنے حصہ کی رقم متعلقہ ایکسین کی اجازت سے خرچ کرے، عوام سے اب نہیں بلکہ صدیوں سے یہ دھوکہ دہی کرتے چلے آئے ہیں یہ بھی اسی کا حصہ ہے۔ مگر اب عوام کو عقل آ رہی ہے۔ کام عوام کریں اور فائدہ حکمران اور بیوروکریسی اٹھائے۔ یہ کرپشن جاری رہے گی یہ کرپشن صرف اور صرف پیڈا کو ناکام بنانے کے لئے کیا جا رہا ہے اور یہ موجودہ کاروائی اس کا حصہ ہے۔ جنرل منیجر TM پیڈا کو سوچنا چاہئے کہ آپ کو پیڈا کو کامیاب بنانے کے لئے تعینات کیا گیا ہے۔ یہ عمل پیڈا کو کامیاب بنانے کا نہیں بلکہ محکمہ انہار کے تابع کرنا ہے اور سوچی سمجھی سکیم کے تحت پیڈا پائلٹ (PIDA polet) سکیم کو ناکام کرنے کی جانب پہلا قدم ہے۔ یہی نہیں بکہ ایک اور چٹھی نمبری چیف ایگزیکٹو RG-209/3/21, West Circle /SE مورخہ 08-06-2010 کی فیصل آباد کی جانب سے جاری کی گئی ہے اس میں رول نمبر 2003ء کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس کے مطابق FOs کو کہا گیا ہے کہ دفعات 20, 20B, 333, 334 اور 70 کے تحت کیس رجسٹر کرنے اور تحقیقات کرنے کے بعد کاروائی کرنے کے لئے SDO متعلقہ کو بھیجے جائیں اور وہ یہ مقدمات متعلقہ (EXIN) ایکسین کو بھیجے گا جو فیصلہ کر کے SE متعلقہ کو بھیج دے گا۔ یہ مقدمات معمولی نوعیت کے ہیں یعنی پانی توڑنے، پانی ضائع کرنے کے سلسلے میں درج کئے جاتے ہیں۔ آج تک یہ مقدمات کی تحقیقات کے بعد FO متعلقہ پولیس کو بھیج دیتی ہے تا کہ کیس رجسٹر کیا جا سکے اور فوری طور پر اس کا تدارک ہو جائے اور یہی پیڈا کا مقصد ہے۔

اب یہ مقدمات تحقیقات کرنے کے بعد پہلے SDOs متعلقہ کو جائیں گے اور وہ ایکسین متعلقہ کو فیصلہ کرنے کے لئے بھیجے گا۔ یعنی کرپشن رشوت کا طریقہ جاری رکھنا مقصود ہے۔ جب تک پیڈا میں محکمہ انہار کا عمل دخل رکھنے کی کوششیں جاری رہیں گی اس وقت تک پیڈا نہ تو کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ ہی کرپشن ختم ہو سکتی ہے جو محکمہ انہار کر رہا ہے۔ پیڈا کے کامیاب ہونے کی صورت میں بہت حد تک کرپشن ختم ہو سکتی ہے جو اب محکمہ انہار کر رہا ہے۔ پیڈا کے کامیاب ہونے کی صورت میں یہ سونے کی چڑیا محکمہ انہار سے چھن جائے گی اور انکی یہ کہ نہ صرف کرپشن رک جائے گی بلکہ ملازمت بھی جاتی رہے گی اس لئے حکومت اور اعلیٰ حکام کی ملی بھگت ہے دونوں محکمہ انہار اور پیڈا کو ضم کرنے کے لئے کوئی طریقہ نکالا جا رہا ہے تا کہ ورلڈ بنک کے مالی فوائد محکمہ انہار، بیوروکریسی کے مفادات بھی حسب سابق قائم رہیں اس لئے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ

(1) منتخب FOs کو فوری طور پر اختیارات منتقل کئے جائیں۔

(2) 2005ء میں FOs کو جو مالی اختیارات حاصل تھے وہ بحال رکھے جائیں۔

(3) مالیہ کی وصولی بذریعہ چیئرمین کھال پنچائیت یعنی کمیٹی کی چیئرمین کے ذریعے کی جائے۔

(4) آفس آرڈر 13 اگست جاری کردہ واپس لیا جائے، تمام کیسز زیر دفعات 20B, 333, 334, 20A اور 70 حسب سابق FOs کے پاس رہنے دیئے جائیں۔ اس محکمہ انہار کا دخل کم سے کم کیا جائے اور عوام کو محکمہ انہار سے نجات دلائی جائے۔ اس طرح کسانوں کو پانی کی تقسیم کا انتظام کسانوں کے پاس رہنے دیا جائے۔

بقیہ حسن ناصر شہید

ایوب خان کی حکومت بھی امریکی مفادات کے لئے ملکی مفادات کو قربان کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھی اور امریکی خوشنودی کے لئے پاکستان میں بائیں بازو کی سیاست پر سخت گیری جاری تھی تا کہ پاکستان سیٹو اور سینٹو جیسے بدنام زمانہ معاہدوں میں شامل ہو سکے۔ حسن ناصر اور بائیں بازو کی قیادت کو اس بات کا ادراک تھا کہ ایوب خان پاکستان کو مکمل امریکی اڈے میں بدل رہے ہیں جبکہ وطن پرستی کا تقاضہ تھا کہ امریکہ و روس سمیت تمام ملکوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر تعلقات قائم کئے جاتے لیکن ایوب حکومت اور امریکی سامراج یہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ پاکستان کے روس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم ہوں۔ اس لئے حسن ناصر شہید نے پاکستان کے خلاف اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے پاکستان میں روسی سفیر سے ملاقات کی اور ان کو کہا کہ وہ پاکستان کی معاشی مدد کریں تا کہ پاکستان اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے اور امریکی غلامی سے بچ جائے۔ اسی ملاقات کے نتیجے میں ایوب خان کے وزیر معدنیات جناب ذوالفقار علی بھٹو 1960ء میں جب روس کے دورے پر گئے تو روس اور پاکستان کے مابین پاکستان میں تیل تلاش کرنے کا معاہدہ طے پا گیا جو امریکی سامراج اور پاکستان کے حکمران طبقوں کو کسی صورت قبول نہ تھا۔ یہ معاہدہ اس خطے کی سیاست میں ایک بہت بڑا بریک تھرو تھا۔ سی آئی اے نے یہ کھوج لگا لیا کہ کس طرح حسن ناصر نے روس کے سفیر سے ملاقات کی اور ان کو پاکستان کی امداد پر راضی کیا۔ اسی جرم کی پاداش میں ان کو ایک بار پھر گرفتار کر لیا گیا اور لاہور کے شاہی قلعے میں لا کر 13 نومبر 1960ء کو تشدد کر کے شہید کر دیا گیا۔

حسن ناصر شہید کے پارٹی، سیاست اور سماجی تبدیلی کے بارے میں نظریات بہت واضح تھے وہ پاکستان میں محنت کشوں کی ایسی پارٹی بنانا چاہتے تھے جو آہنی نظم و ضبط اور ادارے رکھتی ہو۔ ہر شعبہ زندگی میں تنظیم بنانے کے قابل ہو۔ اس کے کارکنوں کی تعداد لاکھوں میں ہو تا کہ کروڑوں عوام کی حمایت حاصل کر کے سماج کو بدل سکے۔ حسن ناصر شہید کا یہ خواب ابھی ادھورا ہے اسے پورا کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

ٹیکنالوجی کے پس منظر میں بدلتے ہوئے عالمی رجحانات

افتخار بھٹہ

سائنس معاشرے کی خدمت ماحولیات، تحقیقات، ایجادات کے علاوہ معاشی امور کے حوالے سے کرتی ہے۔آج کل ان معاشروں کوترقی یافتہ قرار دیا جاتا ہے جنہوں نے اپنا ناطہ تحقیقات، سائنسی ایجادات سے جوڑ کر پیداواری اور معاشی ترقی کو یقینی بنایا ہے۔ محض تعلیمی حصول جو کہ روائتی اصولوں پر مبنی ہو معاشرے میں اخلاقیات کے معیار کو بلند کرسکتی ہے مگر اس سے پیداواری عمل میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں لائی جا سکتی ہے جبکہ سائنسی تعلیم کے ذریعہ افراد اور سماج دونوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔سائنس اور سائنس دان دونوں ہی معاشرے کی ترقی کے لئے لازم اور ملزوم ہیں۔جس سے انسانی زندگی کے لئے سہولتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ سائنس کا تعلق مادے کی تحقیق کے حوالے سے ہے۔ انسان اپنی زندگی میں ان مادی اشیاء کو استعمال کرتا ہے۔ جدید اور بہتر مشینری کے ملنے کے بعد پرانی کو متروک کر دیتا ہے۔انسان اپنی خواہشات کے تحت ان اشیاء کا استعمال جاری رکھتا ہے جب تک یہ بیکار نہ ہو جائیں یا اس سے بہتر کوئی چیز مارکیٹ میں دستیاب نہ ہو سکے۔ سائنس اور سائنس دانوں نے انسانی زندگی اور ماحولیات کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔اس کے ساتھ مادے کی افادیت میں اضافہ کیا ہے۔نئ قسم کی میٹل اور سیمی میٹل تیار کی ہیں جس سے مشین کی زندگی میں اضافہ اواس کا استعمال آسان ہوا ہے۔ان ایجادات کے استعمال سے انسانی زندگی میں آسانیاں پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ وقت ی بچت ہوئی ہے۔مگر سائنسی سماج کی تشکیل میں سب سے زیادہ دخل انسانی وسائل کی ترقی کا ہے جس نے اعلیٰ تعلیم اور ریسرچ کے ذریعہ دریافت اور ایجادات کی راہ ہموار کی ہے۔آج اعلیٰ اور ترقی یافتہ سماج تشکیل کے لئے انسانی وسائل کی ترقی بدلتی ہوئی عالمی صورتحال کے تحت ضروری ہے۔ وہ سماج جنہوں نے سائنسی ترقی کو محض اپنی قدامت پسندانہ روایات کے لئے خطرہ سمجھتے ہوئے اس سے عوام کو لاتعلق رکھنے کی کوشش کی ہے یا محض اس کی ایجادات کے صرف ایک حصہ جدید اسلحہ کے ذریعہ اس کو روکنے کی کوشش کی ہے انہوں نے موجودہ اور آنے والی نسلوں کے ساتھ ظلم کر کے مستقبل میں ترقی کی راہوں کو مسدود کر دیا ہے۔ آج یہ انتہا پسند گروہ مہلک ہتھیاروں کی افادیت کو تسلیم کرتے ہیں۔مغرب کی ایجادات کو استعمال کرتے ہیں مگر وہ اس کی اصل روح ٹیکنالوجی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں بلکہ ان میں سے چند ایک آج بھی سماج کو کئی صدیوں قبل زمانہ قدیم میں لے جانا چاہتے ہیں۔مگر آج کے عہد میں سیکولر اور نان سیکولر افراد کے لئے سائنسی ایجادات کا استعمال انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر زندگی گزارنا ناممکن ہے اور ان کو کسی مذہب کا نام یا حوالہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی سماج آج بائیکاٹ کے ذریعہ زندہ رہنے کا تصور نہیں کرسکتا ہے۔اس لئے سائنس اور ایجادات کسی مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک کلچر، ویژن اور رویے کا نام ہے جس کا مقصد انسانی زندگی کے لئے آسانیاں اور بہتری پیدا کرنا ہے۔

ایجادات اور دریافتیں انسانی حواس خمسہ کی سوچ وفکر کی پیداوار ہیں جس میں سے زیادہ انسانوں کی بہتری کے لئے ہیں اور کچھ کو انسانی تباہی کے لئے استعمال کیا گیا ہے مگر اس طرح سائنس اور انسان کی ترقی کا ارتقاء ایک دوسرے کے ساتھ جُڑا ہوا ہے۔جس کے سماج پر سماجی اور معاشی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کا استعمال معاشرے کی فہم وفراست اور شعوری صلاحیتوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے مگر اس کے لئے سب سے اہم سرمایہ کاری تعلیم وتربیت کے حوالہ سے ہے جو کہ انفرادی رویوں میں تحقیق کے حوالوں سے سوچوں کو اجاگر کرتی ہے جس میں حقیقی مسائل کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔اب یہ انسان پر انحصار کرتا ہے کہ وہ کس چیز کو اپنے اور سماج کے لئے اچھا یا برا سمجھتا ہے۔سائنس نے اپنی ایجادات کا استعمال عوام کے لئے چھوڑ دیا ہے۔مگر بدقسمتی سے ہم پاکستان میں سائنسی کلچر کی روح کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں جس کی وجہ سے پاکستان میں حقیقی تحقیقاتی اداروں اور سائنس دانوں کی کمی ہے۔دوسرے ہم نے تحقیقات کے لئے زیادہ بجٹ مہیا نہیں کئے ہیں۔اگر ادارے موجود ہیں تو بجٹ محض تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے ہے مگر تحقیق کے لئے کچھ بھی دستیاب نہیں ہے۔جبکہ ترقی یافتہ ممالک نے اس مقصد کے لئے اپنی جی ڈی پی کا 3 فیصد مختص کر رکھا ہے جس میں زیادہ انسانی وسائل کی ترقی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اس طرح وہاں پر تحقیقاتی میدان میں سائنسدانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔یورپ میں اس مقصد کے لئے دوسو صنعتی اور تجارتی اداروں نے ایک گروپ قائم کیا ہے جو کہ یونیورسٹیوں، ریسرچ لیبارٹریوں کے لئے فنڈز فراہم کر رہا ہے تا کہ انکی ترقی اور پھیلاؤ کے ساتھ نئے ادارے قائم کر کے ان میں نوجوان نسل کی شمولیت کو یقینی بنایا جا سکے اور انسانی فلاح و بہبود کے لئے تحقیقات کا عمل جاری رکھا جا سکے۔ یورپ میں اس عمل کے لئے بنیادی ڈھانچے کی تشکیل شروع میں ہی کر دی گئی تھی اور آج ہزاروں ادارے ریاست اور پبلک سیکٹر کی مدد سے چلائے جا رہے ہیں۔اگر کوئی ترقی پذیر ملک اپنے سماج کو سائنسی اور تحقیقی کلچر میں تبدیل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے تعلیمی ڈھانچے کو نئی سائنسی راہوں پر استوار کرے جس کے لئے ترجیحات اور رویوں کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔مشرق میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی اکیسویں صدی میں ترقی کو جاپان کے پس منظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ تمام عمل جاپان کو جدید عہد میں داخل کرنے سے ممکن ہوا جس میں سائنس کے ذریعے انسانی صلاحیتوں میں تحقیقی ابھار پیدا کرنا اور اس کا پرامن مقاصد کے لئے استعمال ہے۔اس فکر کو ہم جدیدیت کا نام بھی دے سکتے ہیں جس نے تحقیق کا ناطہ انسانی زندگی سے جوڑ کر خیالات کے کینوس کو وسیع کرنے کے ساتھ مادے کے استعمال کے جدید پہلوؤں سے آشکار کیا ہے۔

بیسویں صدی کے وسط سے ایشیائی ممالک نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے کردار پر زور دینا شروع کر دیا تھا۔1990 کی دھائی میں جنوب مشرقی ایشیا کی ترقی کوئی اچانک اُبھار نہیں ہے جبکہ پاکستان میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے لئے ماضی میں کچھ نہیں کیا گیا ہے جبکہ اب بھی ترقی کی دوڑ میں شامل ہونے کے لئے ریسرچ اداروں کے قیام اور ان میں کام کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ سائنسدانوں کی ضرورت ہے۔ تا کہ ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کے ساتھ برائے راست تعلق جوڑ سکیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم بیرون ملک سے ڈگری رکھنے

والے پی ایچ ڈی ماہرین پر انحصار کرنے کی بجائے مقامی سطح پر سائنس دان پیدا کریں اس کے ساتھ مقامی سطح سے دستیاب وسائل کوmobilize کریں، چھوٹی سطح پر ٹیکنالوجی کی تربیت اور تعلیم دینے والے اداروں کے کورسز کو عالمی مارکیٹ کی ضروریات سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اب اس ضمن میں گلوبل رجحانات تبدیل ہو چکے ہیں۔ بالخصوص انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ثقافتی دھماکے نے منظر اور پس منظر کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا ہے۔اس حیرت انگیز ترقی اور ٹیکنالوجی کی طاقت نے انسانی قوت کے استعمال میں کمی کی ہے۔ جبکہ ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے پوری دنیا میں ملازمتوں کی کمی ہوئی ہے اور نوجوانوں میں بے چینی کا طوفان اٹھ رہا ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر اور گلوبلائزیشن سرمائے کے بہاؤ اور پیداواری عمل کے ذریعہ سے روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ کیونکہ یہ مقامی سطح پر بالخصوص ترقی پذیر ممالک میں نئی صنعتوں کے قیام کی بجائے عالمی اجارہ داریوں کی بالادستی کا باعث بنا ہے جس نے مقامی چھوٹی صنعتوں، بنکوں اور خدمات کے اداروں کو یرغمال بنا لیا ہے۔ یہی وجہ ہے چھوٹے کاروباری، صنعتی، تجارتی اداروں اور بینکوں کا ادغام جاری ہے۔ سرمائے کی حقیقی تخلیق صنعتکاری کا عمل ختم ہو چکا ہے۔ جبکہ خدمات کے شعبے فروغ پذیر ہیں۔ جس میں موبائل کمپنیاں، بینکنگ، ڈسٹری بیوشن، تیار شدہ مال کی درآمدات وغیرہ شامل ہیں جبکہ سٹاک مارکیٹ محض کاغذی زر کی تعداد بڑھانے کی مشین بن کر رہ گیا ہے۔ مقامی سطح پر ترقی پذیر ممالک میں ملازمت کے مواقع میسر نہ آنے کی وجہ سے نوجوان بیرون ملک ہجرت کرنے پر مجبور ہیں۔ جبکہ عالمی منڈی کی ضروریات کے مطابق مہارتوں سے عاری ان محنت کشوں کو لیبر مارکیٹ اپنے اندر جذب کرنے سے قاصر ہے کیونکہ ٹیکنالوجی کی ترقی سے جدید مشین نے انسانی محنت بالخصوص نان سکلڈ لیبر کی کھپت میں کمی کر دی ہے۔2005 میں دنیا کی مجموعی قومی پیداوار میں 43 فیصد 2.5 ٹریلین ڈالر کی پیداوار کے باوجود ملازمتوں کے نئے مواقع نہیں نکالے جا سکے۔ انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے مطابق دنیا میں بتدریج غربت میں کمی کے لئے ہر سال 40 ملین ملازمتوں کے مواقع پیدا ہونے چاہئیں۔ دنیا میں کام کرنے والے 14.5 بلین افراد میں سے 500 ملین اپنی آمدنی میں ایک ڈالر روزانہ سے زیادہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں 2.8 بلین ورکرز میں سے 1.45 بلین بمشکل دو ڈالر سے زیادہ کما سکتے ہیں۔

جنوری 2006 میں ڈیوس میں منعقدہ اکنامک فورم کے اجلاس میں نئے ملازمتوں کی فراہمی اس کے ایجنڈا میں شامل تھی۔ انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے ڈائریکٹر جنرل نے اس ضمن میں مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ملازمتوں کے مواقع کم ہونے کے ساتھ معیاری کاموں میں کمی ہو رہی ہے۔ اس کے حوالہ سے غریب اور امیر ممالک کوئی نوٹس نہیں لے رہے ہیں۔ جبکہ سیاسی لیڈروں کو عوام سے ملازمتیں اور روزگار دینے کے مطالبات سننے پڑتے ہیں۔ مگر اب ریاستوں کا گلوبل مارکیٹ میں کردار محدود ہو جانے کی وجہ سے ملازمتوں کو فراہم کرنا ممکن نہیں رہا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ذمہ داریاں پرائیویٹ سیکٹر اور این جی اوز کی طرف منتقل کر رہی ہیں۔ بالخصوص اس ضمن میں پاکستانی ریاست کی صورتحال کو مدنظر رکھا جا سکتا ہے جہاں پر ملازمتیں مستقل فراہم کرنے کی بجائے کنٹریکٹ کے ذریعہ دی جا رہی ہیں جس میں سماجی تحفظ کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے۔ نجکاری کے بعد اداروں نے اپنے ملازمت کے قوانین تبدیل کر کے ملازموں کو پرانی سروس کے کریڈیٹ سے محروم کر دیا ہے۔ اس کو عالمی سطح پر پیدا ہونے والے ملازمتوں کے بحران کے پس منظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

دنیا میں کام کرنے والے آدھے کارکن 1.4 بلین غریب ہیں انکی آمدنی 2 ڈالر یومیہ سے کم ہے۔ یہ افراد غیر روایتی اداروں میں دیہاتوں اور شہروں میں کام کرتے ہیں۔ بے روزگاری میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ گزشتہ دس سالوں میں بے روزگاری میں 25 فیصد اضافہ ہوا ہے اور دنیا میں بے روزگاروں کی تعداد 192 بلین ہے جو کہ گلوبل ورک فورس کا 6 فیصد ہے۔ ان میں سے آئی ایل او کے مطابق 86 ملین کی عمر 15 سال سے 25 سال تک ہے۔ جب لوگوں کو مقامی طور پر روزگار نہیں ملتا ہے تو ان کے لئے ہجرت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ جس سے انسانی سمگلنگ کے علاوہ سماجی اور معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں۔ عالمی ملازمت کے رجحانات کے سروے کے مطابق سب سے زیادہ بے روزگاری لاطینی امریکہ اور کیریبین (Caribbean) میں وقوع پذیر ہوئی ہے جہاں پر بے روزگاروں کی تعداد 1.3 ملین بڑھ گئی ہے۔ جس کی شرح بے روزگاری 7.7 فیصد تھی سینٹرل یورپ میں بھی بے روزگاری کی شرح 9.7 فیصد جبکہ پاکستانی حکومت جو کہ دنیا میں خود کو تیسرا ترقی کرنے والا ملک شمار کرتی ہے یہاں پر بے روزگاری کی شرح 17.2 فیصد ہے۔ ایشیائی مملک میں بیروزگاری کی شرح میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ پاکستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری، غیر پیداواری شعبوں میں ہوئی ہے جس میں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعہ اور خدمات کے شعبے ہیں جن میں ملازمتوں کے مواقع بہت کم ہیں کیونکہ اس ترقی کی براہ راست ارتقائی عمل سے جڑت نہیں ہے یہ محض معیشت کے پھیلاؤ کے ذریعہ کاغذی زر میں اضافہ ہے۔ مشرقی ایشیاء میں بیروگاری کی شرح 3.8 فیصد ہے جو کہ دنیا میں سب سے کم ہے۔ جبکہ یورپ میں 6.1 فیصد ہیں۔ 13.2 فیصد مڈل ایسٹ اور نارتھ افریقہ میں ہیں۔ ان علاقوں میں معیار کی کمی غربت کا باعث ہے۔ جس کو جدید ٹیکنالوجی کے استعمال اور انسانی صلاحیتوں میں اضافہ سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ آبادی کے ساتھ نسبت سے روزگار کی فراہمی مختلف عمر کے لوگوں کے لئے ہر علاقے کے لئے علیحدہ ہے۔ ہمارے ملک میں روائتی صنعتی اور دستکاریاں پرانے استادوں اور کاریگروں کی مرہون منت ہیں جبکہ سائنس اور ٹیکنالوجی نے تجربہ اور عمر کے فرق کو دور کر کے اعلیٰ صلاحیتوں، مہارتوں اور جدید مشینری کے استعمال کو بہتر کام کا معیار مقرر کیا ہے۔ ILO کے مطابق قومی پیداوار میں اضافے کو روزگار کے مواقع میں نہ تبدیل کرنے کی وجوہات قدرتی آفات تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتیں، پسماندہ ممالک میں مقتدرہ تجارتی اور ریاستی طبقات کی زیادہ منافع کمانے کی ہوس ہے۔ اس کے ساتھ وسائل کی غیر مساوی تقسیم ہے۔ غیر پیداواری نظام کی فرسودگی نے کرپشن اور اقربا پروری کو جنم دی اہے۔ غیر جمہوری حکومتوں کے غیر آئینی اقدامات نے بھی گڈ گورننس کے تصور کو گہنا دیا ہے۔ عالمی ادارہ محنت کے مطابق غربت میں صرف کمی سینٹرل اور ایسٹرن یورپ (non EU) میں ہوئی ہے۔ جبکہ ایشیاء کے چند ایک ممالک جہاں پر انسانی وسائل کو گلوبل مارکیٹ کی ضروریات کے مطابق بلند کرنے کی کوشش کی ہے غربت میں کمی واقع ہوئی ہے۔ جبکہ مجموعی طور پر کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 11 پر

موجودہ نظام تعلیم کا پس منظر اور ہماری ضرورتیں

ماسٹر ملک الٰہی بخش

موجودہ نظام تعلیم انگریزوں کا مرتب کردہ ہے۔ مقبوضہ ہندوستان میں مالیہ اور راہداری ٹیکس درآمدی اشیاء پر چونگی محصول کی وصولی کے لئے چھوٹے ملازمین کو تربیت دینے کے لئے اور فوج کے اخراجات کا تخمینہ بنانے کے لئے کلرک عدلیہ اور انتظامیہ کے لئے مترجم اور اہلکاروں کی ضرورت کے پیش نظر جو کھیپ تیار کرنا تھی سب سے پہلے اس کے ادارے کلکتہ اور بنگال میں قائم کئے گئے لیکن جب پورے ہندوستان کی اقتدار پر گرفت مضبوط ہو گئی تو ان اینگلو انڈین اداروں اور سکولوں کو ملک کے تمام بڑے شہروں اور کنٹونمنٹ میں پھیلا دیا گیا اس سے پہلے دفتری اور قانونی تحریر کا فارسی میں رواج تھا۔ انگریزوں نے اس کو تبدیل کر کے دفتروں اور قانون وضابطہ کی تحریر انگلش قرار دے کر تربیت گاہیں قائم کر دیں جس سے افسران کلکٹر (Collector)، ڈی سی، کمشنر (Commissioner) سیکرٹریز (Secretaries)، بیوروکریٹ (Bureaucrats) کے درمیان رابطہ آفیسر اور کلرک بادشاہ کی فوج ظفر موج وجود میں لائی گئی جو آج تک برقرار ہے ان اہلکاروں میں اضافہ ہوتا گیا جب نئے محکمہ جات ریلوے، انہار، عدلیہ اور قانون کی تحریری زبان اور خط و کتابت اور دفاتر میں انگریزی لاگو کر دی گئی جو آج تک ہمارے تمام سرکاری دفاتر میں موجود ہے۔

پاکستان میں آزادی کے بعد تمام انتظامی، مالیاتی، بینکنگ، عدلیہ اور پولیس کا سٹرکچر (Structure) نوآبادیاتی برقرار رکھا گیا جس کی مثال عدلیہ اور پولیس نے اپنے قیام کی صد سالہ تقریبات منعقد کر کے کیا۔

ان باسٹھ سالوں میں دسیوں تعلیمی پالیسیاں بنائی گئیں لیکن کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا گیا اور پرانا نوآبادیاتی طبقاتی تعلیمی نظام برقرار رکھا گیا۔ انگریزوں نے حکمران کلاس کے بچوں کے لئے پنجاب میں چیفس کالجز اور پبلک سکولز قائم کئے جو آج تک برقرار ہیں اور عام لوگوں کے لئے گورنمنٹ سکولز اور گورنمنٹ کالجز میں تعلیم دی جا رہی ہے۔ موجودہ تعلیم کی بے قدری اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ چپڑاسی کی اسامی کے لئے ایم۔اے درخواست دینے پر مجبور ہیں۔ طبقاتی نظام تعلیم ختم کر کے یکساں نظام تعلیم اپنانے کی ضرورت ہے۔ بے روزگار گریجویٹ اپنی اسناد کو جلا رہے ہیں۔ ڈاکٹر اور انجینئر بیروزگار ہیں۔

ہمارے نصاب تعلیم کا زیادہ مواد آؤٹ آف ڈیٹ (Out of Date) ہے۔ جو رٹہ رٹایا امتحانات میں اگل دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے عالم، دانشور، ریسرچ اسکالر (Research Scholars)، ڈاکٹر نہیں بن رہے۔ یہاں غیر ممالک کی ریسرچ پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

تدریسی کتب، ڈاکٹری اور انجینئرنگ کی کتابیں غیر ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں اور تعلیمی اداروں میں پڑھائی جا رہی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم میں دیوالیہ پن کا یہ حال ہے کہ پی۔ایچ۔ڈی۔ کے تھیسس (Thesis) چرا کر اپنے نام کی ڈگری حاصل کی جاتی ہے۔

نصاب تعلیم سے انقلاب زمانہ اور جغرافیہ کو ختم کر دیا گیا۔ مقامی تاریخ کی بجائے صدور، وزرائے اعظم، گورنر جنرل کی توصیف کی تاریخ پیش کی جا رہی ہے اور دوسری طرف دینی اداروں میں بھی فرقہ وارانہ تعلیم کی تدریس جاری ہے۔ دینیات کی انقلابی تعلیم کی بجائے بادشاہوں اور علماء کے تشخیصی کارناموں پر مبنی مواد پڑھایا جا رہا ہے۔ اپنے اپنے فرقوں کی تیار کردہ کتب، رٹا سسٹم کے تحت پڑھائی جاتی ہیں۔ ان اداروں میں سائنس، جغرافیہ، ریاضی اور کمپیوٹر کی تعلیم ممنوع ہے۔

دونوں اقسام کے تعلیمی اداروں میں کتابوں کی سٹرینتھ (Strength) اور مواد کے حجم پر زور دیا جاتا ہے جس سے عام تعلیمی معلومات کی بجائے امتحانی ڈگریاں حاصل کی جاتی ہیں جس سے پڑھے لکھے بے روزگاروں کی فوج میں اضافہ ہو رہا ہے اور عوام کے معیار زندگی میں تنزلی اور غربت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن دوسری طرف عالیشان مساجد اور مدارس بنائے جا رہے ہیں۔ طبقاتی تفریق میں خلیج اور بڑھ رہی ہے۔ امیر امیر تر ہو رہا ہے اور غریب اپنی ڈگریاں ہاتھوں میں لئے در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔ سیاستدان اور ملاں کے واعظ میں عوام کو سلانے کا سبق دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی غربت کو قسمت کا لکھا سمجھ کر جدوجہد سے دور رہیں۔ موجودہ وقت کا تقاضہ ہے کہ نئی سائنسی ایجادات سے استفادہ حاصل کیا جائے اپنے مسائل اپنے وسائل میں رہتے ہوئے تعلیمی نظام کو حالات حاضرہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر ترتیب و تدوین کیا جائے۔ جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ جو علم و عمل اور مشاہدہ پر مبنی ہو کتاب کی بجائے استاد کو علم کا مرکز و محور قرار دیا جائے، لفظوں کے تکرار کی بجائے کتابوں کے مواد اور حجم میں کمی کی جائے کتابوں میں دلچسپ اور فطری ماحول مہیا کیا جائے اپنے ملک کی تاریخ، جغرافیہ، مزاحمتی ادب فنون لطیفہ کو جگہ دی جائے۔ حب الوطنی، رواداری اور برداشت و محبت کا مواد کتابوں میں شامل کیا جائے۔ آزادی کے لئے لڑنے والے ہیروز کو کتابوں میں جگہ دی جائے۔ مقامی ادیبوں، شاعروں، مصوروں، عالموں، سائنسدانوں، صوفیاء کرام اور فنکاروں کو شامل نصاب کیا جائے۔ قومی اتفاق و اتحاد کو فروغ دیا جائے۔ وطن کی حفاظت ایمان کی حد تک کی جائے۔ جدید زراعت، جدید صنعت و حرفت، شجر کاری کو شامل نصاب کیا جائے۔ نصاب کے مواد میں آلودگی کے اسباب، ٹریفک کے قوانین و ضابطے، صاف پانی کا حصول اور اس کے فوائد کو بھی شامل کیا جائے۔ بچوں، پودوں اور جانوروں کو قومی اثاثہ قرار دیا جائے اور ان کی نشوونما پر نصاب میں خصوصی توجہ دی جائے۔ کھیل، ثقافت اور آثار قدیمہ کو نصاب میں شامل کیا جائے۔ ابتدائی نرسری تعلیم کو لفظوں کی تکرار سے ہٹا کر سمعی و بصری مواد، مصنوعات اور گھریلو ضروریات زندگی کی اشیاء سے علم کی ابتداء کی جائے جس سے بچوں میں قوت مشاہدہ فروغ پائے گا۔ وہ تعلیم سے بھاگنے کی بجائے دلچسپ مشاغل میں مصروف ہو جائیں گے۔ پرائمری تک مادری زبان میں تعلیم دی جائے جس سے بچہ سوالات اٹھائے گا اور صحت مند تعلیمی سرگرمیوں میں حصہ لے گا۔ اس کے خوابوں اور خیالات کو تسکین ملے گی اور یوں بچہ خود اعتمادی سے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کرے گا۔ اس کا ذخیرہ الفاظ بڑھے گا جس سے علم میں وسعت اور گہرائی پیدا ہوگی اور اپنے مستقبل کی راہیں خود متعین کرنے اور خوداعتمادی سے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کر سکے گا۔

اس طرح طریقہ امتحان کے بارے میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ سوالات کے جوابات مختصر ہوں جس میں نفس مضمون بیانیہ انداز میں ہو۔ استاد اور طالب علم جمہوری طریقہ تعلیم سے تعلیم کو آگے بڑھائیں۔ امتحان میں ذہنی اپروچ (Intellectual Approach) اور شخصی تعمیر کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ ملکی بجٹ میں تعلیم کا دس فیصد مختص کیا جائے۔ تمام بورڈ مافیہ کو ختم کر کے نصاب کی تیاری سے امتحانات تک کی ذمہ داری یونیورسٹیوں کو سونپی جائے اور ہر ضلع میں کم از کم ایک یونیورسٹی قائم کی جائے۔

☆☆☆☆☆

معاشرتی بیگانگی اور ہماری قومی سیاست

پروفیسر کلام اشعر

پاکستان کا قیام 1947ء میں عمل میں آیا اور اس کے قیام کی صورت یہ بنی تھی کہ اس وقت برصغیر کا معاشرہ دو بڑی مذہبی قوتوں میں منقسم تھا۔ ایک ہندو جو بڑی اکثریت میں تھی اور دوسری مسلمان جو اقلیت میں تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی چھوٹی قومیں آباد تھیں۔ جیسی کہ ہندو اور مسلم قومیتیں جو صدیوں سے ایک ساتھ رہنے کے باوجود عملاً ایک دوسرے سے بیگانہ تھیں۔ صدیوں سے جاری معاشرتی عمل نے بھی ان کی بیگانگی دور کرنے میں مفید ثابت نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب تحریک پاکستان شروع ہوئی تو برصغیر کے مسلمانوں کے معاشرتی بیگانگی یک دم ختم ہوئی۔ انہوں نے نئے ملک کے قیام کی جدوجہد میں اپنی جانیں لڑا دیں جس کے نتیجے میں پاکستان وجود میں آیا۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد جو معاشرتی بیگانگی پیدا ہوئی اس کے لئے ہمیں ماضی کے دریچے کھولنے ہوں گے۔

پاکستان کی تخلیق کے بعد قائداعظم محمد علی جناح ملک کے پہلے گورنر جنرل بنے اور لیاقت علی خاں وزیراعظم کے عہدے پر فائز ہوئے۔ لیکن پاکستان کے قیام کے بعد بھی معاشرتی بیگانگی ختم ہوئی اور نہ ہی جاگیردارانہ معاشرت تمام ہوئی۔ معاشرتی بیگانگی کا یہ نتیجہ نکلا کہ لیاقت علی خاں کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد ملک میں نوکر شاہی اور جاگیرداروں نے وہ سیاسی کھیل کھیلا کہ 1958ء میں جنرل محمد ایوب خاں نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد معاشرتی بیگانگی میں اور بھی گہرائی پیدا ہوتی چلی گئی۔ لیکن جب اس دور فوجی آمریت میں معاشرے کے افراد یعنی عوام پر جب جبر و تشدد کی انتہا ہوگئی اور ان کے حقوق چھین لئے گئے تو عوام کی معاشرتی بیگانگی کو ایک زبردست جھٹکا لگا تو وہ احتجاج پر اُتر آئے اور سڑکوں اور گلیوں میں مظاہرے شروع کر دیئے اور مشرق سے مغرب تک عوام میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور جب پورے ملک میں آگ لگ گئی تو جنرل ایوب خاں کو اقتدار چھوڑنا پڑا۔ لیکن اس سے قبل معاشرتی بیگانگی اتنی خوفناک ثابت ہوئی تھی کہ جب 1960ء میں حسن ناصر کو لاہور کے شاہی قلعہ میں حکومت کے کارندوں نے اذیتیں دے کر شہید کر دیا تو معاشرہ حکومت کے اس بہیمانہ عمل سے بیگانہ رہا لیکن اس ہلاکت یا شہادت کے خلاف احتجاج کے لئے کوئی بھی میدانِ سیاست میں نہیں آیا۔ اور کچھ یہی صورت حال ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں تھی۔ جہاں رجعت پرست آقاؤں کی آشیرواد کے نتیجے میں اور عوام اپنی معاشرتی بیگانگی سے ہٹ کر کچھ اس طرح بھٹو حکومت کی مخالفت کی کہ فوجی جنرل ضیاء الحق کو یہ موقع مل گیا کہ وہ بھٹو حکومت کا خاتمہ کر دے اور پھر اسے تختہ دار پر چڑھا دے اور پھر معاشرتی بیگانگی اس طرح چھائی رہی کہ ضیاء الحق نے گیارہ سال تک حکمرانی کی اور اس کے اقتدار کا سورج اس وقت غروب ہوا جب ہوائی سفر میں اس کا طیارہ حادثے کا شکار ہوگیا۔

نوّے کے دہائی میں گوناگوں مسائل کی وجہ سے معاشرتی بیگانگی میں اور وسعت و شدت پیدا ہوگئی۔ ہر دو تین سال کے بعد نام نہاد جمہوری حکومتیں ختم ہوتی رہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (نواز گروپ) کے رہنماؤں کو دو دو بار حکمرانی کے مواقع ملے لیکن بار بار حکومتیں ختم ہونے کی وجہ سے معاشرتی بیگانگی اور بڑھ گئی۔ عوام اور بھی جمہوری حکومتوں کی بےاعمالیوں کی وجہ سے لاتعلق ہوگئے اور انہیں جمہوری حکومتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ نتیجتاً معاشرتی بیگانگی اور شدید سے شدید تر ہوتی چلی گئی۔

1999ء میں جب جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی حکومت ختم کر کے اقتدار اپنے ہاتھوں میں لیا تو اس وقت بھی عوام عالم بیگانگی میں تھے۔ کیونکہ اس سے پہلے کی دو حکمران پارٹیوں اور اس کے رہنماؤں نے وہ لوٹ کھسوٹ مچائی کہ پاکستان معاشی طور سے بالکل تباہ حال ہوگیا۔ کسی نے برطانیہ میں سرے محل خریدا تو کسی نے رائیونڈ میں اپنے محل تعمیر کروائے اور ایک مل سے درجنوں ملوں کے مالک بن گئے۔ اس لوٹ کھسوٹ کی وجہ سے بھی معاشرتی بیگانگی پیدا ہوئی کیونکہ عوام کو برسر اقتدار جرنیل سے نہ کوئی محبت تھی اور نہ ہی اس سے مستقبل کے تعمیر کی امید۔ جنرل پرویز مشرف نے اس وقت اور زیادہ معاشرتی بیگانگی پیدا کر دی کہ جب اس نے دہشت گردی کی جنگ میں امریکی سامراج کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ قرض اور ڈالر کی لالچ میں اس نے امریکہ کی جنگ خود لڑنے کا تہیہ کیا۔ پرویز مشرف دہشت گردی کے خلاف جنگی اقدامات کیا کرتا بلکہ پاکستان خود دہشت گردی کا شکار ملک بن گیا۔ اور پورے ملک میں دہشت گردی اس قدر شدید ہوئی کہ ہزاروں افراد لقمہ اجل بن گئے۔ خاندان کا خاندان تباہ ہوگیا اور بستیوں کی بستیاں اُجڑ گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاشرتی بیگانگی اور دو چند ہوگئی۔ پہلے تو دہشت گردی اور خودکش حملوں سے عوام بے چین اور پریشان ہوتے تھے لیکن اب تو وہ معاشرتی بیگانگی کے اس قدر عادی ہوگئے کہ دہشت گردی خواہ کتنی شدید کیوں نہ ہو وہ اس سے لاتعلق سے ہوگئے۔

جنرل پرویز مشرف نے بھی خوب سیاست کی اور تقریباً نو سال تک حکومت کی باگ دوڑ سنبھالے رکھی۔ بنیادی طور سے اس کی سیاست اور حکمرانی کی بنیاد اس کی فوجی وردی تھی۔ پاکستان میں فوجی حکمرانوں نے جو گل کھلائے ہیں اس سے سب آگاہ ہیں۔ آج پرویز مشرف کی وجہ سے پاکستان جس بری طرح سے سامراجی شکنجوں میں جکڑا ہوا ہے وہ قابل عبرت ہے۔ ہر پندرہ بیس دنوں میں امریکہ سے کوئی نہ کوئی حکومتی نمائندہ، وزیر، مشیر اور فوجی کمانڈر پاکستان آ دھمکتے ہیں اور یہاں صدر، وزیراعظم، وزیرخارجہ یا وزیر دفاع سے مل کر یا تو امریکہ واپس چلے جاتے ہیں یا پھر افغانستان کی طرف راہِ سفر اختیار کرتے ہیں۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت جو عوامی اور جمہوری حکومت کہلاتی ہے نہ تو عوامی ہے اور نہ ہی جمہوری بلکہ یہ چوروں اور لٹیروں کی حکومت ہے۔ یہ عوام کی نہیں راشی افسران اور جاگیرداروں کی حکومت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جاگیردارانہ معاشرت میں معاشرتی بیگانگی اس طرح فروغ پاتی ہے کہ معاشرہ میں خواہ کتنا ہی ظلم و ستم اور معاشی استحصال ہوتا ہو عام آدمی معاشرتی بیگانگی کا شکار ہو کر خاموش رہتا ہے اور کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نہیں کرتا ہے کیونکہ معاشرتی بیگانگی اس میں عدم دلچسپی پیدا کر دیتی ہے۔ جس طرح قدر زائد کہ حصول نہ

ہونے کی صورت میں ایک مزدور اپنی بنائی ہوئی اشیاء سے ہی بیگانگی اختیار کر لیتا ہے۔

موجودہ قومی سیاست ایک بے سمت اور بے ہنگم سیاست ہے اور اس سیاست کے حوالے سے حکمران پارٹی کے وزیر، مشیر، وزیر اعظم اور صدر سب کے سب معاشرتی بیگانگی کا شکار ہیں کیونکہ یہ معاشرہ میں ہونے والی تبدیلیوں سے قطعی ناواقف ہیں۔ اور وہ خود بھی وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے دلچسپی نہیں رکھتے۔ انہیں کچھ پتہ نہیں کہ ڈرون حملے سے شر پسند عناصر کے علاوہ بے گناہ قبائلی بھی مرتے ہیں۔ نیز ان حملوں سے کسی ملک کی خودمختاری پر بھی حرف آتا ہے؟ ۔۔۔۔ آج جس قدر اشیائے صرف مہنگے داموں میں فروخت ہو رہی ہیں اتنی قیمت اور مہنگائی کبھی نہ تھی۔ مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ معاشی بدحالی کا یہ عالم ہے کہ لوگ بھوک، بیماری اور بے روزگاری سے تنگ آ کر خودکشیاں کر رہے ہیں۔ کرپشن اور اقربا پروری عام ہے۔ ملک پچپن 55 بلین ڈالرز کا مقروض ہے۔ ملک کے صدر کا کام اب صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ غیر ملکی دورے کر کے مغرب اور مشرق وسطیٰ کے دولت مند ممالک سے مالی امداد کی بھیک مانگے لیکن وہ خود کفالت اور خود انحصاری کی بنیاد پر اپنے ملک کی تعمیر اور ترقی کے لئے ایک فعال کردار ادا کرے اس کے لئے وہ تیار نہیں ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ معاشرتی بیگانگی سے ملک کے عوام اور متاثر ہوں گے۔

قومی اور معاشرتی بیگانگی سے پہلے بھی ملک کا بڑا نقصان ہو چکا ہے۔ ملک کا ایک حصہ جدا ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ دوم افغانستان میں امریکی مداخلت کی وجہ سے افغان اور پاکستان کی سرحدوں کا تصور ختم ہو کر رہ گیا ہے اور ڈیورنڈ لائن بے معنی ہو کر رہ گئی ہے۔ معاشرتی بیگانگی کی وجہ سے بلوچستان کی صورت حال انتہائی ابتر اور مخدوش ہو کر رہ گئی ہے۔ آج وہاں آزاد بلوچستان کے نعرے لگ رہے ہیں اور وہاں قومی جدوجہد اور قومی جنگ کی باتیں ہو رہی ہیں جس کے نتیجہ میں وہاں ملک کے دوسرے صوبوں کے لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ کی جا رہی ہے۔ بلوچی عوام معاشرہ سے اس قدر بے گانہ ہو گئے ہیں کہ انہیں اور کوئی نجات کا راستہ نظر نہیں آ رہا ہے سوائے مکمل آزادی کے راستے کے۔ آج بلوچستان کے بیشتر علاقوں کے عوام ذہنی تناؤ اور اعصابی جنگ کا شکار ہیں۔ لہٰذا برسر اقتدار طبقہ کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ معاشرتی بیگانگی کو ختم کرائیں تا کہ پاکستان کی یک جہتی اور اتحاد قائم رہے اور وہاں ایسے نظام کی تشکیل کریے جو ظلم و جبر اور استحصال سے پاک ہو۔ اور ایسا نظام قائم کر کے ہی ملک کی یک جہتی کو بکھرنے سے بچایا جا سکتا ہے۔

بقیہ: افتخار بھٹہ

آئی ایل او کے مطابق گلوبل جاب کے بحران کے حل کے لئے اقتصادی اور سماجی پالیسیوں کو اعلیٰ مہارتوں کی تربیت کی طرف منتقل کرنے کے ساتھ قومی اور بین الاقوامی پالیسیوں میں اقتصادی اور سماجی ترقی کے درمیان نیا توازن قائم کرنا چاہئے جس سے میکرو اکنامک استحکام حاصل ہوگا۔ سماجی تحفظ حاصل ہونے سے اقتصادی سرگرمیاں زیادہ فروغ پذیر ہوں گی نئے ملازمت کے مواقع پیدا کرنے والی معاشی پالیسیوں سے مجموعی طور پر معاشرتی آؤٹ لک (out look) بہتر ہوگی۔ بیروزگار نوجوان غیر پیداواری کاروائیوں اور انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں چڑھنے سے بچ جائیں گے۔ مگر ان تمام کاموں کے لئے سماج کا سائنسی کلچر سے ناطہ جوڑنا ضروری ہے۔ جس میں تربیت کو وسیع کرنا، تمام عمر سیکھنے کی جستجو اور نوجوانوں کی تکنیکی مہارتوں میں اضافہ کرنا لازم ہے۔ اگر نوجوانوں کی شرح بیروزگاری میں عالمی سطح پر نصف ہو جائے تو اس سے عالمی معیشت میں 2.2 ٹریلین ڈالر کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ آج کے دور میں عالمی جاب کا بحران سب سے بڑا سیکورٹی رسک ہے۔ اگر عالمی اجارہ داروں نے عالمی مسائل کے حل کے لئے اپنے وسائل کو ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کی طرف منتقل نہ کیا تو عالمی تصادم کی نئی شکلیں سامنے آ سکتی ہے۔ اسی طرح ترقی پذیر ممالک کی غیر جمہوری حکومتوں کو بھی اپنے سماج کو جدیدیت سے ہمکنار کرنے کے لئے سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے پالیسیوں کو اختیار کرنا ہوگا۔

پاکستان میں سائنسی تحقیق کے حوالہ سے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے عہد میں ادارے قائم کئے گئے جبکہ مشرف حکومت نے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے تیز رفتار عہد میں اس کی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے جدید خطوط پر مبنی ادارے قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے ادارے کیمسٹری اور زراعت میں تحقیق کے حوالے سے ایشیا اور اسلامی دنیا کے بہترین ادارے تسلیم کئے جاتے ہیں پوسٹ گریجویٹ انسٹیٹیوٹ آف کیمسٹری کراچی یونیورسٹی جس کو 1976ء میں حسین ابراہیم جمال ریسرچ انسٹیٹیوٹ آف کیمسٹری کا نام دیا گیا تھا۔ ملک کا ایک اہم ادارہ ہے جس میں 180 کے قریب طالب علم ڈاکٹرل پروگرام کے تحت تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس ادارے کا تحقیقی دائرہ کار نیچرل پراڈکٹ کیمسٹری پروٹین کیمسٹری فارماکالوجی اور پلانٹ بائیو ٹیکنالوجی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک تجزیاتی صنعتی سینٹر قائم ہے جو کہ 200 صنعتی اداروں کی معاونت کر رہا ہے۔ نیز ایجوکیشن کمیشن نے بھی تعلیمی شعبہ میں تبدیلی لانے کی کوشش کی ہے۔ یہ اس وقت تعلیمی میدان کے 300 پروگرام چلا رہا ہے۔ اس مقصد کے لئے بجٹ میں 11.7 بلین روپے وقف کئے گئے ہیں۔ سائنسی تحقیقات سے حاصل ہونے والے نتائج سے مثبت پیداواری فوائد حاصل کرنے کے لئے سیکنڈ لائن پر سکلڈ لیبر کی موجودگی ضروری ہے۔ کیونکہ مقامی اور گلوبل مارکیٹ میں لیبر کے عملی تقاضے تبدیل ہو چکے ہیں۔ اس لئے تربیتی کورسوں کو نئے سرے سے مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ محض طبقاتی سطح پر تعلیمی اداروں کے قیام سے قوم پرستی اور فرسودہ روایات سے نجات حاصل نہیں کی جا سکتی ہے۔ آج تعلیم کو منافع بخش کاروبار سمجھتے ہوئے نجی اور قومی اداروں کے علاوہ مذہبی اداروں اور جماعتوں نے انگلش میڈیم ادارے قائم کر دئے ہیں جن کا تعلیم کے حقیقی تقاضوں سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ اس کی سائنسی کلچر سے کوئی جڑت ثابت ہوتی ہے کیونکہ ان کا اہداف اخلاقی تربیت ہے جبکہ سائنس کی اپنی مادی اخلاقیات ہے۔ جس کا مقصد انسان کا سہولیات اور سکون فراہم کرنا ہے۔ ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کو جمہوریت اور جدیدیت کے حقیقی سانچے میں ڈھال کر ہی گلوبل مارکیٹ کی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ورکرز پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کے چوتھے اجلاس کی روئیداد

اختر حسین

ورکرز پارٹی پاکستان کی سینٹرل کمیٹی کا چوتھا اجلاس 6 نومبر 2010ءکو لاہور میں مرکزی پارٹی دفتر میں منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل اراکین نے شرکت کی:

1۔ عابد حسن منٹو، 2۔صوفی عبدالخالق بلوچ، 3۔ یوسف مستی خان، 4۔ اختر حسین، 5۔ جاوید اختر، 6۔ چوہدری نعیم شاکر، 7۔ صفدر حسین سندھو، 8۔ اے۔آر۔ عارف، 9۔ چوہدری فتح محمد، 10۔محمد اسلم ملک، 11۔حمزہ ورک، 12۔محمد ظہور خان، 13۔عاصم سجاد، 14۔منظور رضی، 15۔محمد صدیق ڈوگر، 16۔اقبال سلطانہ، 17۔عصمت شاہ جہاں، 18۔ غلام دستگیر محبوب، 19۔ظفر اقبال چوہدری، 20۔احتشام اکبر۔

اجلاس کا ایجنڈا مندرجہ ذیل تھا۔

1۔گزشتہ اجلاس منعقدہ اسلام آباد 8/7 اگست 2010ءمیں کئے گئے فیصلوں پر عمل درآمد کی رپورٹ۔

2۔پارٹی تنظیمی امور۔

3۔عوامی محاذوں پر کام کی رپورٹ۔

4۔فنڈز۔

5۔عوامی جمہوریت اور عوامی مزاحمت کی اشاعت کے مسائل۔

6۔موجودہ قومی اور بین الاقوامی سیاسی صورت حال اور ہمارا لائحہ عمل۔

7۔دیگر امور بہ اجازت صدر۔

نمبر 1: ☆ پرنٹنگ پریس کے بارے میں تفصیلی جائزہ رپورٹ جاوید اختر اور عاصم سجاد تیار نہ کر سکے اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ ایک تفصیلی اور قابلِ عمل رپورٹ تیار کر کے اگلے اجلاس سے پہلے پیش کی جائیگی نیز متبادل بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ تمام قابلِ عمل اور منافع بخش کام کے بارے میں رپورٹ اگلی میٹنگ سے پہلے سیکرٹری جنرل اور صدر کو ارسال کریں گے۔

☆ کراچی میں پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری سے منٹو صاحب کے خطاب کے سلسلے میں یوسف مستی خان نے رپورٹ پیش کی کہ چیمبرز کی انتظامیہ نے کہا ہے کہ ایک ہفتہ قبل انہیں خطاب کی مجوزہ تاریخ کے بارے میں آگاہ کریں پھر وہ بلائیں گے۔اس پر منٹو صاحب نے کہا کہ سینٹرل کمیٹی معاشی پروگرام پر جو چیمبرز کے سامنے پیش کیا جائے راہنمائی کرے۔جس پر تفصیلاً بحث کی گئی اور اس پر وسیع تر اتفاق رائے تھا کہ پارٹی پروگرام کی روشنی میں جاگیرداری کے خلاف اور صنعتی ارتقاء کی بات کی جائے ہم پبلک اور پرائیویٹ دونوں شعبوں کو اہم سمجھتے ہیں محنت کشوں کے سماجی حقوق کے تحفظ بھی صنعتی ترقی کے لئے ضروری ہے۔گلوبلائزیشن اور بین الاقوامی سامراجی ممالک کی معاشی و سیاسی پالیسیاں کس طرح ہمارے ملک میں صنعتی ارتقاء میں رکاوٹ ہیں اس کو واضح کیا جائے، اس سلسلے میں حکمران طبقات کی سیاسی پارٹیوں کے کردار کو بھی واضح کیا جائے، اور جمہوری ادارے کیسے منظّم ہو سکتے ہیں، جاوید اختر صاحب نے ذمہ داری لی کہ وہ ٹریڈ اور انڈسٹری کے فوری مسائل کے بارے میں بھی نوٹ منٹو صاحب کو اجلاس سے پہلے ارسال کریں گے۔

☆ حمزہ ورک اور نعیم شاکر یوتھ فورم کی قیادت اور ذمہ دار افراد سے مزید گفتگو اور مذاکرات اور پروگرام کے بارے میں رپورٹ اگلی میٹنگ سے پہلے پیش کریں گے۔

☆ کامریڈ صوفی خالق سیلاب کے مسائل کی وجہ سے سندھ اور بلوچستان میں تنظیمی کام میں مدد نہیں کر سکے۔

☆ فیض احمد فیض صدی کے حوالے سے سیکرٹری جنرل انجمن ترقی پسند مصنفین راحت سعید صاحب سے بات کر کے پروگرام کی تفصیلات کے بارے میں رپورٹ کریں گے۔

نمبر 2 ☆ سیکرٹری جنرل نے رپورٹ کیا کہ جناب اعجاز غنی اور ظفر اسلم صاحب نے ای،میل کے ذریعے پارٹی سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے جس کی تصدیق کامریڈ عصمت نے بھی کی اور نیز انہوں نے سینٹرل کمیٹی کے کسی بھی اجلاس میں شرکت نہیں کی۔لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ ان دونوں کا نام سینٹرل کمیٹی سے خارج کر دیا جائے۔

☆ رپورٹ کیا گیا کہ پارٹی کی سیکرٹری اطلاعات آشا امیر علی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک سال تک ملک سے باہر رہیں گی لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ ان کی غیر موجودگی میں عاصم سجاد فرائض انجام دیں گے۔

☆ مزید فیصلہ کیا گیا کہ سینٹرل کمیٹی کے جن اراکین نے پارٹی قیام کے بعد کسی بھی اجلاس میں شرکت نہیں کی انہیں سیکرٹری جنرل خط تحریر کریں، سیکرٹری جنرل نے بتایا کہ پارٹی کے قیام کے بعد سینٹرل کمیٹی کے چار اجلاس ہوئے ہیں جن میں کامریڈ محمد علی بھارا، لطیف چوہدری اور صلاح الدین گنڈاپور نے کسی بھی اجلاس میں شرکت نہیں کی۔فیصلہ کیا گیا کہ سیکرٹری جنرل انہیں خط تحریر کرتے ہوئے معلوم کریں کہ وہ سینٹرل کمیٹی میں رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔گو کہ پارٹی آئین اس بارے میں واضح ہے پھر بھی سینٹرل کمیٹی کی فہرست سے نام خارج کرنے سے پہلے خط ضرور تحریر کیا جائے۔اور آئندہ اجلاس میں رپورٹ کریں۔

☆ تنظیمی حوالے سے پنجاب کی صوبائی کانفرنس اجلاس کے دوسرے دن یعنی 7 نومبر کو ہو رہی ہے، پنجاب کی تنظیمی رپورٹ کامریڈ ظہور خان پیش کریں گے۔سندھ کی کانفرنس دسمبر کے آخر تک ہوگی۔ بلوچستان اور خیبر پختون خواہ کی رپورٹ اگلے اجلاس میں پیش کی جائیں گی۔عوامی محاذوں یعنی ٹریڈ یونین، کسان کمیٹی، طلباء نوجوان، خواتین اور وکیلوں کے محاذوں پر کوئی مزید تنظیمی پیش رفت نہیں ہو سکی۔چوہدری فتح محمد نے کہا کہ وہ کسان کمیٹی کو منظّم کرنے کا کام نئے سرے سے شروع کریں گے اور اگلے اجلاس میں تنظیمی رپورٹ پیش کریں گے۔اقبال سلطانہ بھی اگلے اجلاس سے پہلے خواتین کے محاذ پر جو بھی پیش رفت ہو پیش کریں گی۔

نمبر 4: ☆ فنڈز کے بارے میں تحریری طور پر رپورٹ اے۔آر۔عارف نے پیش کی اور موجودہ اراکین نے مزید اپنے حصے کا چندہ ادا کیا مزید رپورٹ اگلے اجلاس میں پیش کریں گے۔

نمبر 5: ☆ سیکرٹری جنرل نے تجویز پیش کی کہ مالی وسائل، موضوعاتی اور تحریری مواد کے حوالے سے بھی بہتر ہوگا کہ عوامی جمہوریت اور عوامی مزجمت دو پرچے الگ الگ

نکالنے کی بجائے ایک ہی معیاری پرچہ نکالا جائے۔ مگر مختصر بحث کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ دونوں پرچوں کے مالی و دیگر وسائل الگ الگ ہیں لہٰذا فی الحال اسی طرح دونوں پرچے نکلتے رہیں گے۔

نمبر 6: ☆ منٹو صاحب نے سری لنکا کے حالیہ دورے اور سوشل ڈیموکریسی کے موضوع پر سیمینار میں شرکت اور لیبر پارٹی کی قیادت سے بات چیت کی رپورٹ پیش کی اور موجودہ سیاسی صورتِ حال پر بھی بحث کی گئی۔ فیصلہ کیا گیا کہ لیبر پارٹی سے گفتگو کو ترجیحی بنیادوں پر جاری رکھنا چاہئے اور ایک وسیع تر بائیں بازو اور ترقی پسند قوم پرست سیاسی پارٹیوں کے ساتھ مل کر متحدہ محاذ کی تشکیل کی بھی کوشش کرنی چاہئے جس کا پروگرام طویل مدتی ہو مگر اس کے لئے مختلف پارٹیوں کی قیادت سے زبانی بات چیت کی جائے۔ مختلف ساتھیوں نے ذمہ داری لی جس کی اگلی میٹنگ میں رپورٹ پیش کی جائے گی۔ اس دوران تمام ساتھی اپنی پارٹی تنظیم اور جدوجہد پر زیادہ توجہ دیں۔

نمبر 7: ☆ سینٹرل کمیٹی کا اگلا اجلاس 5/6 فروری کو کراچی میں ہوگا۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ سینٹرل کمیٹی میں ایک دن معمول کے تنظیمی مسائل پر اور دوسرے دن اس پر بحث ہوگی کہ:

''پاکستان کی خصوصی صورتِ حال میں ورکرز پارٹی پاکستان کے پروگرام کے مدِنظر اور بین الاقوامی طور پر سیاسی و مارکسی نظریات کے حوالوں اور تجربات کی روشنی میں بائیں بازو کی وسیع تر عوامی پارٹی کیسے منظم و متحرک ہو سکتی ہے''

نوٹ:۔ امید ہے اس موضوع پر پیش آنے والے نظریاتی و تنظیمی سوالات اور سیاسی و عملی مشکلات پر تمام ساتھی اس دوران بھرپور غور و فکر کریں گے۔ سینٹرل کمیٹی کے ساتھیوں کے درمیان اس دوران تحریری یا زبانی تبادلہ خیال ضروری ہے۔ اور اگر کوئی ساتھی اس دوران تحریری طور پر اپنا نقطہ نظر و مسودہ تیار کر لے تو بحث زیادہ بہتر ہو جائے گی۔ سینٹرل کمیٹی میں حتمی بحث کے بعد مسودہ تیار کیا جائے گا تا کہ نیچے تک پارٹی کے تمام اداروں میں تعلیم و تربیت کے کام آ سکے۔

☆☆☆☆☆

صوبائی کانفرنس پنجاب

رپورٹ: محمد ظہور خان

ورکرز پارٹی پاکستان کی مرکزی کانفرنس کے بعد صوبائی کانفرنسوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اس سلسلے میں صوبائی کانفرنس پنجاب مورخہ 7 نومبر 2010 بروز اتوار الحمرا ہال مال روڈ لاہور میں چوہدری فتح محمد کی صدارت میں ہوئی۔ جبکہ مہمانان میں مرکزی صدر عابد حسن منٹو، سیکریٹری جنرل اختر حسین، سینئر نائب صدر صوفی عبدالخالق بلوچ اور نائب صدر یوسف مستی خان تھے۔ نظامت کے فرائض راجہ محمد ولایت نے ادا کئے۔ کانفرنس میں آرگنائزنگ سیکریٹری نے گذشتہ 9 ماہ کی رپورٹ پیش کی اور صوبائی کمیٹی کیلئے نام تجویز کئے جو کہ اضلاع کی کمیٹیوں نے اپنے اپنے ضلع سے تجویز کئے تھے۔ کانفرنس کے مندوبین نے انہیں منظور کیا اور کچھ ناموں کا اضافہ بھی کیا۔ صوبائی کمیٹی کے کل 35 اراکین منتخب ہوئے۔ جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) چوہدری فتح محمد (2) محمد زبیر (ٹوبہ ٹیک سنگھ) (3) عارف ایاز (4) عاشق چوہدری (فیصل آباد) (5) چوہدری ظفر اقبال (6) محمد شفیع خان ٹانگرہ (7) خالد پرویز (خانیوال) (8) اختر اعوان (9) فرحت عباس (ملتان) (10) راجہ محمد یونس ایڈووکیٹ (وہاڑی) (11) شفیق الماس (لودھراں) (12) محمد یار (بہالنگر) (13) عمران شعیب (14) رانا اورنگزیب (15) حمزہ ورک (پاکپتن) (16) سید احمد حسن (17) ریاض احمد وٹو (18) احتشام اکبر (اوکاڑہ) (19) عبدالعزیز (20) عبدالستار گنہگار (قصور) (21) زاہد پرویز (22) راجہ محمد ولایت (23) محمد اکبر (24) بشیر ظفر (25) عاشق حسین (26) نصیر ہمایوں (27) اسلم اعوان (28) عابدہ چوہدری (لاہور) (29) غلام دستگیر محبوب (30) عبدالکریم کیرالہ (شیخوپورہ) (31) مشتاق کشفی (32) کلثوم اختر (گوجرانوالہ) (33) مسعود الحسن چٹھہ (34) آصف محمود (35) محمد ظہور خان (راولپنڈی)

آئین کے مطابق نئی منتخب صوبائی کمیٹی نے عہدیداران کا انتخاب کرنا تھا جس کے لئے دوران کانفرنس آدھے گھنٹے کا وقفہ کیا گیا۔ نومنتخب صوبائی کمیٹی نے اپنے اجلاس میں عہدیداران کو منتخب کیا جو کہ درج ذیل ہیں۔

1۔ چوہدری فتح محمد، صدر
2۔ محمد ظہور خان، نائب صدر
3۔ ظفر اقبال چوہدری، جنرل سیکریٹری
4۔ ڈپٹی سیکریٹری، عابدہ چوہدری
5۔ سیکریٹری نشر و اشاعت، راجہ محمد ولایت
6۔ سیکریٹری امور محنت، عارف ایاز
7۔ سیکریٹری امور زراعت، شفیق الماس
8۔ سیکریٹری امور صنعت و تجارت، آصف محمود
9۔ سیکریٹری امور طلبہ و نوجوان، اختر اعوان

نومنتخب صوبائی عہدیداران کے انتخاب کا کانفرنس میں اعلان کیا گیا اور باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا جسمیں نومنتخب عہدیداران نے خطاب کیا، تمام عہدیداروں نے اپنے خطاب میں مندوبین کا شکریہ ادا کیا اور ان پر ڈالی گئی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا عہد کیا۔ اسکے ساتھ ہی صوبائی کانفرنس کا پہلا سیشن ختم ہوا اور کھانے کیلئے آدھے گھنٹے کا وقفہ کیا گیا۔

دوسرے سیشن کا باقاعدہ آغاز 3 بجے سہ پہر کیا گیا۔ جس کی صدارت نومنتخب صدر چوہدری فتح محمد نے کی۔ جبکہ نظامت راجہ محمد ولایت نے جاری رکھی۔ اجلاس سے مرکزی صدر عابد حسن منٹو، اختر حسین سیکریٹری جنرل، صوفی عبدالخالق بلوچ سینئر وائس پریزیڈنٹ، یوسف مستی خان، وائس پریزیڈنٹ، ظفر اقبال چوہدری نومنتخب جنرل سیکریٹری پنجاب نے خطاب کیا اور موجودہ ملکی و بین الاقوامی سیاسی و اقتصادی صورتحال پر بات کی۔ کانفرنس کے اختتام پر نومنتخب صوبائی کمیٹی نے اپنا پہلا اجلاس منعقد کیا۔ اجلاس میں صوبائی کانفرنس کو کامیاب قرار دیا گیا اور صوبائی آرگنائزنگ کمیٹی کو کامیاب کانفرنس کے انعقاد پر خراج تحسین پیش کیا صوبائی کمیٹی نے لاہور ضلعی کمیٹی کو کانفرنس کے بہترین انتظامات کرنے پر مبارکباد دی اور انہیں باقاعدہ خط لکھ کر صوبائی کمیٹی کے جذبات پہنچانے کا فیصلہ کیا گیا۔

صوبائی کمیٹی کا آئندہ اجلاس 12 دسمبر 2010ء بوقت 11 بجے 5 میکلوڈ روڈ پر منعقد کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

ورکرز پارٹی سانگھڑ کا ورکرز کنونشن

رپورٹ ہوشونگی

ورکرز پارٹی ضلعی سانگھڑ کنونشن زیر صدارت حسن عسکری منعقد ہوا۔جس میں ضلعی سانگھڑ کے پارٹی ممبران ،مرکزی جنرل سیکریٹری اختر حسین نائب صدر یوسف مستی خان ڈپٹی سیکریٹری جاوید اختر نے شرکت کی سانگھڑ پارٹی کے سکریٹری امرلغاری نے تعلقہ سانگھڑ کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ تحصیل سانگھڑ کے ممبران کی تعداد اس وقت 70 ہے اور سانگھڑ پارٹی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ مرکزی پارٹی کے تمام فیصلوں کے باضابطہ پابندی اوران کی ہر کال پر لبیک کہتی ہے اور ہر ماہ باقاعدگی سے میٹنگ مختلف اشوز پر سیمینار جلسے اور مظاہرے کرتی ہے اور ضلعی کی دیگر تحصیلوں میں بھی پارٹی کو پھلانے کے لئے سرگرم عمل ہے۔صوبائی سیکریٹری رابطہ مشتاق نظامانی نے ورکرز کنونشن مین نظامت کے فرائض ادا کرتے ہوئے مرکزی عہدیدار کو اسٹیج پر بلایا اس کے بعد ضلعی پارٹی کا انتخاب عمل میں آیا جس کے مطابق ضلعی صدر خلیل بلوچ جنرل سیکریٹری وفاسومرو نائب صدر بخش منگریو ڈپٹی سیکریٹری عظیم رونجھو سیکریٹری امور محنت مولا بخش کیریو سیکریٹری امور زراعت قیوم لانڈ سیکریٹری امور طلباء نوجوان ریحان مری سیکریٹری نشر واشاعت ہوشونگی آفیس سیکریٹری حسن خاصخیلی اور خازن سعید بگتی کو منتخب کیا گیا جب کہ مجلس عاملہ کے لئے حسن عسکری مشتاق نظامانی قاضی علی نواز نظامانی میر حسن فضل سولنگی کو منتخب کیا گیا۔

ضلعی عہدیداروں نے اپنے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں جو ذمہ داری سونپی گئی ہے ہم اس پر پورا اترنے کی کوشش کریں گے اور پارٹی کی سیاست کو محنت کشوں ہاریوں ،طلباء اور عوام کے دیگر حصوں میں پھلانے کے لئے سرگرم عمل رہیں گے عہدیداروں نے صوبائی ومرکزی قیادت سے شکایت بھی کی کہ وہ سندھ میں پارٹی کو پھیلانے کیلئے سرگرم نظر نہیں آتے جب کہ آج کے حالات میں زیادہ سرگرم ہونے کی ضرورت ہے مرکزی رہنماؤں کو آج میڈیا کے ذریعے پارٹی کو عوام میں متعارف کروانے پر زور دیا، ڈپٹی سیکریٹری جاوید اختر نے ورکرز سے خطاب کرتے ہوئے کہا پہلے تو میں نو منتخب عہدیداروں کو مبارک باد دیتا ہوں اور انہوں نے ہم سے جو شکایت کی ہیں وہ جائز ہیں اور ہم آپ کی شکایت کا ازالہ کریں گے۔انہوں نے پارٹی کی تنظیمی صورتحال ملکی سیاست پر تفصیل سے اظہار خیال کیا مرکزی جنرل سیکریٹری اختر حسین نے پارٹی کو فعال بنانے کے لئے ورکرز کی ایجوکیشن پر زور دیتے ہوئے کہا کہ سانگھڑ کی پارٹی کے ساتھی پارٹی اسکول ہر دو ماہ بعد رکھیں جس میں نظریاتی ،سیاسی اور ملکی صورتحال پارٹی کو فعال کرنے کے طریقے پر بحث ومباحثہ ہونا چاہیے اس کیلئے میری خدمات حاضر ہیں جناب اختر حسین نے تفصیل سے ملک کی تاریخ اور حالات پر اظہار خیال کیا۔مرکزی نائب صدر یوسف مستی خان نے سانگھڑ پارٹی کے عہدیدار پارٹی کی سیاست کو عوام میں پھیلانے اور رعوام دشمن قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہوں گے انہوں نے کہا آج ملک کو ایک نئے آئین کی کی ضرورت ہے۔جس میں قوموں کے برابر حقوق ہوں کوئی ایک قوم دوسری پر بالادست نہ ہو اور 1940 کی قرارداد کے مطابق قوموں کو حق خوداختیاری ہو انہوں نے کہا کہ 63 سال سے اس ملک پر چندوڈیروں کے خاندان کا قبضہ ہے جو اپنی جاگیریں بچانے کیلئے ایک دوسرے کو ڈبونے سے باز نہیں آتے حالیہ سیلاب میں آپ نے ان کے کرتوت دیکھ لئے انہوں نے بلوچستان سندھ کے غریب ہاریوں کس طرح ڈبویا محکمہ آباشی کی نااہلی نے سندھ کو تباہ کردیا۔ورکرز کنونشن سے خلیل بلوچ ،وفاسومرو ،بخش منگریو، قاضی علی نواز ،طاہر نظامانی ایڈووکیٹ ،سائیں الہواریو، حسن عسکری نیشنل اسٹوڈنٹ فیڈریشن کے میر حسن مری نے بھی اظہار خیال کیا۔

کنونشن میں پاس کی گئی قراردادیں

1۔ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ سیلاب متاثرین کی بحالی کیلئے مناسب اقدام کئے جائیں ہم یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ جن بااثر لوگوں نے اپنے شکارگاہوں اور کھیتوں کو بچانے کیلئے زمینداری بند دے رکھے ہیں جن کی وجہ سے دریاء کے بھاؤ کا دباؤ انسانی آبادی کی طرف سے ہوا اور مسکین ہاری ڈوبے ان لوگوں کے خلاف سخت قانونی چارہ جوئی کی جائے۔

2۔ہم یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ ملک میں جاگیرداری نظام ختم کر کے زمین مقامی ہاریوں میں مفت تقسیم کی جائے اور ان زمینوں کو آباد کرنے کیلئے ہاریوں کو ہر سہولت دی جائے فوج کو اور دوسرے لوگوں کو انعام میں زمین دینے کا سلسلہ بند کیا جائے بیج اور کھادوں کی قیمتوں میں کمی کی جائے پٹرولیم مصنوعات میں بھی کمی کی جائے۔

3۔پڑوسی ممالک سے تعلقات بہتر کر کے ان سے تجارتی وثقافتی رشتے بہتر کئے جائیں۔

4۔دفاعی اور انتظامی اخراجات کم کر کے صحت تعلیم اور روزگار پیدا کرنے کے وسائل میں ان پیسوں کو استعمال کیا جائے۔

5۔فوجی فاؤنڈیشن ،بحریہ فاؤنڈیشن ،شاہین فاؤنڈیشن کے زیر انتظام کارخانوں اسکولز، کالجز، ٹرانسپورٹ اور دوسرے واپار کو ٹیکس کے دائرے میں لایا جائے۔

6۔سامراجی قرضے واپس دینے سے انکار کیا جائے اور جن لوگوں نے وہ پیسے کھائے ہیں ان سے واپس لے کر عام لوگوں پر خرچ کئے جائیں وڈیروں اور سرمائیداروں سے بینکوں کا معاف کروایا ہوا قرضہ واپس لیا جائے۔

7۔پاکستان کے چاروں صوبوں کے وسائل کا حق مالکی صوبوں کو دیا جائے۔

8۔ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ سانگھڑ ضلع سے بدامنی کا خاتمہ کرا کے امن امان کی صورتحال کو بہتر بنایا جائے۔

9۔سانگھڑ ضلع کے شہروں سے گندگی کو ختم کیا جائے پانی کی قلت کو دور کیا جائے سانگھڑ ضلع کے سارے ہسپتالوں میں صحت کی بنیادی سہولیات مہیا کی جائیں اور ان میں ماہر ڈاکٹر بھرتی کئے جائیں تا کہ لوگ مقامی طور پر اپنا علاج کراسکیں۔

10۔سانگھڑ ضلع کے اندر کھیل کی سہولیات کی فراہمی کیلئے خاص اقدام اٹھائے جائیں ضلع کے مختلف شہروں میں لائبریریوں کا قیام عمل میں لایا جائے ہم یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ سانگھڑ ضلع کے مختلف شہروں میں لائبریریوں کا قیام عمل لایا جائے ہم یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ سانگھڑ ضلع کے بند پڑے ہوئے سارے اسکولوں کو فوری طور پر کھولا جائے۔ ضلع کے خستہ حال روڈوں کی حالت کو بہتر بنا کر ٹریفک کا نظام

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

ورکرز پارٹی پاکستان ضلع شیخورہ کی ڈسٹرکٹ کمیٹی کا اجلاس

ملک صادق

ضلع شیخوپورہ پارٹی کا اجلاس 15 اکتوبر 2010 نذر آباد جی ٹی روڈ شام چار بجے منعقد ہوا۔ ڈسٹرکٹ پارٹی کے جن عہدیداروں نے شرکت کی اُن کے نام یہ ہیں ۔غلام دستگیر محبوب صدر،صفدر ہاشمی نائب صدر، ارشد علی ڈپٹی سیکرٹری ،چوہدری محمد رفیق فنانس سیکرٹری ،ملک محمد حیات سیکرٹری امور تجارت ،ملک محمد صادق سیکرٹری انفارمیشن ،محمد عمران سیکرٹری امورزراعت، عابد حسین سیکرٹری یوتھ وطلباء مرکزی سیکرٹری لیبر صفدر حسین سندھو تھے۔علاوہ ازیں خصوصی دعوت پر قلع ستارشاہ سے ظفر اقبال انجم اور جاوید اقبال ،کوٹ عبدالما لک مائی دائبہ سے رفاقت محمود،کوٹ پنڈی داس سے ملک اسد علی اور چک نمبر 46 سے فیصل محمود بھٹی اور محمد ریاض شریک تھے ۔موضع نون سے پارٹی اراکین اور بھٹہ مزدور یونینوں کے صدر وعہدیدار،محمد نذیر،محمد حنیف ،محمد صدیق اور سدھیر حسین بھی اجلاس میں حاضر تھے۔

ڈسٹرکٹ پارٹی کی توسیع اور تحصیل سطح پر پارٹی منظّم کرنے ،فنڈ ریزنگ بھٹہ مزدوروں میں ٹریڈ یونین کام اور بھٹہ مزدوروں کے خلاف سرگرم مافیا کی طرف سے تھانہ فیکٹری ایریا شیخوپورہ روڈ میں ناجائز مقدمات سمیت تمام اُمور پر سیر حاصل بحث ہوئی ۔ بحث میں حصہ لینے والوں میں ارشد علی ، چوہدری محمود احمد، عابد حسین ،محمد نذیر، چوہدری رفیق ،ظفر اقبال انجم کے علاوہ صفدر حسین سندھو شامل تھے۔اجلاس نے متفقہ طور پر ڈپٹی سیکریٹری ارشد علی اور ضلعی پارٹی کے صدر کی کوششوں کو سراہا کہ انہوں نے مختصر وقت میں ڈیرہ سہگل ،قلعہ ستارشاہ ، کوٹ عبدالما لک اور چک نمبر 46 میں پارٹی توسیع کیلئے متعدد اجلاس کئے اور پارٹی رکنیت میں اضافہ کیا۔اجلاس کو بتایا گیا کہ فی الحال ضلع شیخوپورہ کی چار تحصیلوں میں سے دو تحصیلوں مرید کے اور شیخوپورہ میں تحصیل کی سطح پر تنظیم کی جا سکتی ہے ۔صدر اجلاس غلام دستگیر محبوب نے پارٹی اکابرین اور دوستوں کی کوششوں کو سراہا اور درخواست کی کہ پارٹی کو یونین کونسل لیول پر منظّم کرنے کے لئے زمینی اور بنیادی کام مکمل کیا جائے اور یونٹ تشکیل دئے جائیں پارٹی فنڈ کی باقاعدہ وصولی اور فنڈ ریزنگ پر بھی گفتگو دلچسپ تھی ۔صوبائی کانفرنس کیلئے ڈیلی گیٹس کے انتخاب کیلئے مورخہ 10-10-31 کو 2:30 بجے دوپہر ضیاء آباد کالونی جی ٹی روڈ کالا شاہ کاکو کے مقام پر جنرل باڈی ورکرز کا اجلاس طلب کرلیا گیا ہے۔اجلاس میں تجویز بھی پیش کی گئی کہ پارٹی کو مخصوص علاقوں / ضلعوں میں ٹارگٹ قائم کرکے منظّم اور متحرک کیا جائے اور عوامی مسائل کے حل کیلئے جدوجہد کی جائے ۔اجلاس نے متفقہ طور پر تین قراردادیں پاس کیں۔

پہلی قرارداد میں آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی پر سخت تشویش کا اظہار کیا گیا اور حکمران گروہوں کی اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں اضافہ کی سخت مذمت کی گئی اور مطالبہ کیا کہ حکمرانوں بدمستی کی حالت میں ووٹ دینے والے غریب عوام پر زندگی عذاب بنارکھی ہے حکومتیں اس سلسلہ میں فوری اقدامات کریں۔

دوسری قرارداد میں وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ تمام غیر ملکی قرضوں کی واپسی سے انکار کریں اور عالمی مالیاتی اداروں سے سیلاب زدگان کی مدد کیلئے قرضے نہ حاصل کریں ۔شاہانہ حکومتی اور انتظامی اخراجات کم کئے جائیں تیسری قرارداد میں ڈیرہ سہگل کے کسانوں کے خلاف آصف سہگل اور محکمہ مال کی ملی بھگت سے فرضی گرداریاں منسوخ کی جائیں تاکہ کسانوں کو چین نصیب ہو ۔نیز بھٹہ مزدوروں کو قانون کے مطابق اجرت دی جائے اور ٹریڈ یونین بنانے کی پاداش میں قتل جیسے اقدامات میں ملوث کرنے کے مقدمات ختم کئے جائیں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ سانگھڑ کا کنونشن

درست کیا جائے۔سابقہ ضلع تحصیل یونین کونسل کے ناظموں کی طرف سے کی گئی کرپشن کی غیر جانبدارانہ تحقیق کا مطالبہ کرتے ہیں۔

11۔سندھ کے پرائیویٹ اسکولوں میں سندھی زبان میں تعلیم لازمی دی جائے۔

12۔پاکستان میں بولی جانے والی تمام زبانوں کو قومی زبان کا درجہ دیا جائے۔

13۔ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ سانگھڑ ضلع میں سے تیل اور گیس نکالنے والی کمپنیوں میں مقامی لوگوں کو روزگار دیا جائے ان کمپنیوں کو پابند کیا جائے کہ وہ یہاں پر ٹیکنیکل ادارے قائم کرے تاکہ مقامی لوگ ٹیکنیکل ایجوکیشن حاصل کرسکیں اس کے ساتھ ضلع کے تعلیم صحت کے اداروں پر خرچ کرے اور ان کے آمد ورفت کے استعمال میں آنے والے روڈوں کو تعمیر کروایا جائے اور ہم یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کی کمائی کا 5 فیصد مقامی لوگوں کی فلاح پر خرچ کیا جائے اور کمپنیوں کو اس کیلئے پابند بنایا جائے۔

بقیہ کامریڈ جمال بوٹا

ہوئے حالات کا ادراک کرنا ترقی پسند سیاسی کارکنوں کے لئے بے حد ضروری ہے کیونکہ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر ہم اپنی آئندہ کی حکمت عملی ترتیب دے سکتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ سرمایہ داری کے نظام کے بحران کو سمجھنا اور اس کا تجزیہ کرنا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کے محنت کش عوام کی سیاسی تربیت اور ٹریڈ یونین رہنماؤں اور مزدور تحریک سے وابستہ دوستوں کو ایک ترقی پسند اور جمہوری پلیٹ فارم پر جمع کرنا ضروری ہے۔

آخر میں فرحت عباس خان ایڈووکیٹ نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا جو کہ کامریڈ جمال بوٹا کے ساتھ سیاسی وابستگی اور ان کے نظریات سے ہم آہنگی کی وجہ سے تعزیتی ریفرنس میں شریک ہوئے۔

ورکرز پارٹی پاکستان گوجرانوالہ کے ضلعی عہدیداروں کا چناؤ

مشتاق احمد کشفی

2اکتوبر2010ء بروز ہفتہ تین بجے سہ پہر ''سنگت آفس''، گوجرانوالہ میں ورکرز پارٹی پاکستان گوجرانوالہ کا ایک اجلاس زیرصدارت سردار محمد چوہدری منعقد ہوا جس کے مہمان خصوصی صوبائی پارٹی کے آرگنائزنگ سیکرٹری ظہور خان اور منیر احمد اسلام آباد سے تشریف لائے۔ تلاوت کلام پاک حافظ تقی نے کی۔ سٹیج سیکرٹری مشتاق کشفی نے بتایا کہ آج کا اجلاس گوجرانوالہ ضلعی پارٹی کے عہدیداروں کے چناؤ کے لئے بلایا گیا ہے اور اسی مقصد کے لئے ہمارے صوبائی راہنما ظہور خان اسلام آباد سے تشریف لائے ہیں۔ اجلاس میں تقریباً چالیس اراکین پارٹی نے شرکت کی اور گوجرانوالہ پارٹی کے عہدیداروں کا انتخاب کیا جو یہ ہیں۔

صدر مشتاق احمد کشفی، نائب صدر محمد شفیق کھوکھر، جنرل سیکرٹری اقبال خادم، ڈپٹی سیکرٹی ارشد بسمل، سیکرٹری نشرو اشاعت سردار محمد چوہدری، سیکرٹری لیبر نیامت مسیح، سیکرٹری طلباء و نوجوانان فراز بیگ، سیکرٹری تجارت وصنعت وسیم اختر چوہان، سیکرٹری زراعت شہباز علی، مجلس عاملہ کے ممبران میں پروفیسر محمد منیر عصری، محمد صدیق گھمن ایڈووکیٹ، عبدالرحمٰن شمیمی، وارث گل، عبدالرحیم چوہدری، صلاح الدین، عبدالطیف مغل، راشدہ عارف۔

انتخاب مکمل ہو جانے کے بعد ماسٹر عبدالغفور چوہان (مرحوم) کے لئے دعائے مغفرت کی اور مرحوم کی ورکنگ کلاس کے لئے خدمات اور نظریاتی وابستگی کو سراہا۔ نومنتخب صدر اور جنرل سیکرٹری نے گوجرانوالہ پارٹی کی تشکیل کے لئے بلائے جانے والے اجلاسوں میں پارٹی راہنماء غلام دستگیر محبوب کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ اجلاس کے آخر میں صوبہ پنجاب کے آرگنائزنگ سیکرٹری محمد ظہور خان نے خطاب کرتے ہوئے نومنتخب عہدیداروں اور ممبرانِ مجلسِ عاملہ کے اراکین کو مبارک باددی اور کہا کہ پاکستان بنے 63 برس گزر گئے ہیں مگر ہمارے عوام جاگیرداروں وڈیرہ شاہی اور فوجی تسلط سے آزاد نہیں ہو سکے۔ آج بھی عوام کے ووٹوں سے وجود میں آنے والی حکومت باہمی دست وگریبان ہے اور عوام کے بجائے فوجی جرنیلوں کی طاقت پر بھروسہ کرتی ہے اور ان کی ہی اطاعت کررہی ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ الیکشن کے طریق کار کو آسان بنایا جائے اور یقینی بنایا جائے کہ تمام مکاتب فکر اور طبقوں سے تعلق رکھنے والے پارلیمنٹ کے انتخاب میں حصہ لینے کے قابل ہو جائیں اور پارلیمنٹ تک رسائی حاصل کر سکیں۔ موجودہ حالات میں عام آدمی الیکشن کے کروڑوں روپے کے اخراجات برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ ملک کے کرتا دھرتا حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ ہندوستان سمیت تمام ہمسایہ ممالک سے اپنے تعلقات مضبوط کریں اور مال کے بدلے مال کے سمجھوتے کئے جائیں۔ عدالتیں عوام کو سستا انصاف مہیا کریں۔ تمام اداروں کا احتساب یقینی بنایا جائے۔ بے زمین کاشت کاروں کو زمینیں دی جائیں اور غیر حاضر زمینداری کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ عام شہریوں اور عوام کو مہنگائی کے عذاب سے نجات دلائی جائے۔ ضروریات زندگی کی اشیاء سستے نرخوں پر مہیا کی جائیں۔

☆☆☆☆☆

کامریڈ جمال بوٹا کے لئے تعزیتی ریفرنس

فرحت عباس

ورکرز پارٹی پاکستان ملتان کے زیراہتمام معروف ترقی پسند رہنماء کامریڈ جمال بوٹا مرحوم کے لئے تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت ضلعی صدر ورکرز پارٹی فرحت عباس خان ایڈووکیٹ نے کی جبکہ نظامت کے فرائض شاہد محمود لودھی نے ادا کئے۔ تعزیتی ریفرنس کے مہمان گرامی ورکرز پارٹی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری آرگنائزنگ جناب جاوید اختر تھے۔

تعزیتی ریفرنس میں ملتان سے تعلق رکھنے والے ٹریڈ یونین رہنماؤں، ترقی پسند سیاسی کارکنان، وکلاء، طلباء، کسان رہنماؤں اور مختلف صنعتی اداروں کے محنت کشوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تعزیتی ریفرنس میں کامریڈ جمال بوٹا کے ساتھ مل کر مزدور تنظیموں میں کام کرنے والے محنت کش راہنماؤں نے خصوصی شرکت کی۔ ریفرنس سے خانیوال ورکرز پارٹی سے آئے ہوئے مرکزی کمیٹی کے رکن ظفر اقبال چوہدری، کامریڈ یامین اور راؤ مسعود طاہر ایڈووکیٹ، غلام شبیر بلوچ، مصور نقوی، سعید ساجد اعوان، سہیل جاوید، حسن رضا بخاری، ایم اے بھٹہ نے خطاب کرتے ہوئے مرحوم کی جدوجہد سے بھرپور زندگی کو خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ کامریڈ جمال بوٹا نے محنت کش اور غریب عوام کو منظم کرنے کا کام قیام پاکستان سے قبل شروع کیا اور ساری زندگی اسی مشن میں گزار دی۔ مزدور کاز کے لئے مستقل مزاجی، دلیری سے کام کی اور کبھی کسی ظالم کے سامنے نہ جھکے اور نہ ہی بکے اور نہ ہی کوئی مفاد حاصل کیا۔ ملتان میں یوم مئی کی تقریب منعقد کروانے والے پہلے مزدور رہنماء نے ملتان میں تانگہ یونین، ریڑی یونین اور دیگر مزدور یونینز کی بنیاد رکھی اور محنت کشوں کے مسائل حل کراتے رہے۔ مرحوم کامریڈ جمال بوٹا زندگی کی آخری سانسوں تک مزدور تحریک کے ساتھ وابستہ رہے اور پیرانہ سالی میں بھی ورکرز پارٹی کے اجلاس میں حاضر رہتے تھے۔

مہمان خصوصی جناب جاوید اختر نے اپنے خطاب میں کامریڈ جمال بوٹا مرحوم کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ملک کی موجودہ سیاسی، معاشی صورت حال پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کے بدلتے

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

کانفرنس کے بعد احتجاجی مظاہرہ

کانفرنس کے مقررین

CPL NO. 279

MONTHLY AWAMI JAMHURIAT
November, 2010
LAHORE

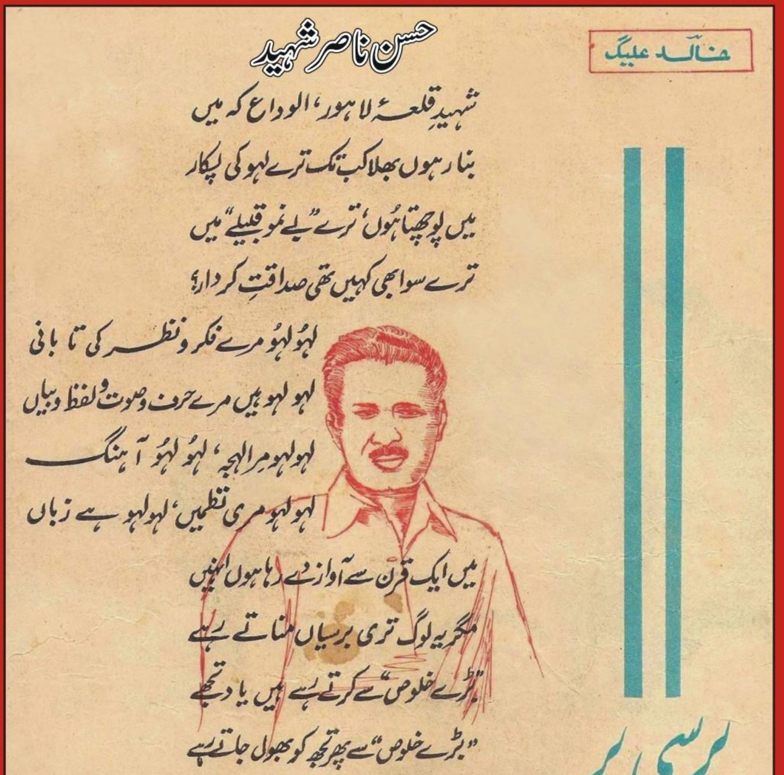

خالد علیگ

حسن ناصر شہید

برسی پر

شہیدِ قلعۂ لاہور، الوداع کہ میں
بنا رہوں بھلا کب تک ترے لہو کی پکار
میں پوچھتا ہوں، ترے "بے نو قبیلے" میں
ترے سوا بھی کہیں تھی صداقتِ کردار؟

لہُو لہُو مرے فکر و نظر کی تابانی
لہو لہو ہیں مرے حرف و صوت و لفظ و بیاں
لہو لہو مرا لہجہ، لہُو لہُو آہنگ
لہو لہو مری نظمیں، لہو لہو ہے زباں

میں ایک قرن سے آواز دے رہا ہوں انہیں
مگر یہ لوگ تری برسیاں مناتے رہے
"بڑے خلوص" سے کرتے رہے ہیں یاد تجھے
"بڑے خلوص" سے پھر تجھ کو بھول جاتے رہے

ترے رفیق، ترے ہم سفر، ترے عشاق
یہ تیری یاد کا مرقد سجائے بیٹھے ہیں
انہیں یقین ہی نہیں ہے کہ تو، تو زندہ ہے
یہ تجھ کو جنسِ تجارت بنائے بیٹھے ہیں

یہ لوگ کون ہیں، کیا ہیں کوئی تو سمجھائے؟
نہ اِن کے کوئی مقاصد نہ اِن کا کوئی اصول!
میں سوچتا ہوں، اس "انبوہِ خود پسنداں" میں
ترا لہو بھی اکارت، میری نوا بھی فضول!

ماہنامہ عوامی جمہوریت 5۔میکلوڈ روڈ، لاہور فون 042-37357091